میزانُ التواریخ

۱۳۵۶ھ

مجموعِ ثانیِ تواریخ

۱۳۵۶ھ

حامد حسن قادری

BOOKS INTERNATIONAL
UK

بکس انٹر نیشنل
لندن



لوحِ نام تاریخی
۱۳۵۶

بسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحیم اَلحمدُ للّٰہ المَلِکِ الکریم

۱۳۵۶ھ

بشانِ علیم بذاتِ الصدور   بذکرِ خدائے جہاں آفریں
۱۹۳۷ء   ۱۹۳۷ء

میزانُ التّواریخ

۱۳۵۶ھ

یعنی

مجموعِ ثانیِ تواریخ

۱۹۳۷ء

(یہاں سے سنہ چھپّن کا آغاز ہے)

۱۳۵۶ھ

نتیجۂ کاوشِ ثانی

۱۳۵۶ھ

در سکونت گاہِ کوچۂ قاضی، آگرہ   پروفیسر زبانہائے شرقیہ سینٹ جانس کالج
۱۹۳۷ء   ۱۹۳۷ء

از احقرِ افقر حامد حسن قادری کانَ اللّٰہ لہٗ

۱۳۵۶ھ

نام کتاب	:	میزان التواریخ
تصنیف	:	مولانا مولوی حامد حسن صاحب قادریؒ
سال طباعت	:	۲۰۰۱ء
باہتمام	:	افضال الرحمٰن
مطبع	:	لبرٹی آرٹ پریس (پروپرائٹرز: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ) نئی دہلی ۔۲
برائے	:	بکس انٹرنیشنل ۔ برطانیہ
قیمت	:	-/75 روپے
تعداد	:	500

ملنے کے پتے

1. Books International (U.K.
   27 Nant Road, London. NW2-2AL
2. Afzalur Rahman, 272, Jamia Nagar, New Delhi-110025
3. M/S Maktaba Jamia Ltd., Jamia Nagar, New Delhi-110025

پیش لفظ

والد صاحب قبلہ مولوی حامد حسن قادری رحمۃ اللہ علیہ اردو کے ممتاز تاریخ گو رہے ہیں۔

موصوف نے چار مجموعے، جن میں بے شمار تاریخیں درج ہیں، مندرجہ ذیل ترتیب کے ساتھ غیر مطبوعہ کلام کی شکل میں چھوڑے ہیں۔

۱۔ دفترِ تواریخ

۲۔ میزان التواریخ

۳۔ جامع التواریخ

۴۔ آثار التواریخ

موصوف پابندی سے روز نامچہ لکھا کرتے تھے۔ ان کے روز نامچے محفوظ ہیں اور ان میں تقریباً ہر صفحہ پر ان کی کہی ہوئی تاریخیں درج ہیں، جن کی تعداد بلا مبالغہ ہزاروں سے متجاوز ہے۔

ان تاریخوں کو یکجا کرنا خود ایک بڑا کام ہے۔ مختلف اوراق پارینہ سے جمع کی گئی تاریخیں ''سفینۂ التواریخ'' کے نام سے مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، دہلی سے شائع ہو چکی ہے۔ ''جامع التواریخ'' بھی مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، دہلی نے شائع کی ہے۔

اس مجموعہ کی طباعت کے لیے برادر عزیز افضال الرحمٰن ایم اے کی مساعی جمیلہ کا تہہ دل سے مشکور ہوں۔

خالد حسن قادری

سرورقِ تاریخی

علمی خزینہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم مالکِ الملکِ القدیرِ الحلیم
۱۳۵۴

خمکدۂ رُباعیات
۱۳ ۵۳

یا

کارنامۂ منظوم
۱۳۵۳

نتائجِ فکرِ بے کمال حامد حسین قادری
۱ ۳ ۵ ۳

دیباچۂ مختصر یعنی حقیقتِ رباعیاتِ حامد
۱۳۵۵ ۱ ۳ ۵ ۵

آغاز مقدمۂ رباعیاتِ حامد
۱۹۳۵

اتمام مقدمۂ رباعیات
۱۳۵۵

شمار تواریخ جلدِ ھذا

صفحہ	مادہ تاریخ کے آخری الفاظ	شمار تواریخ
۲۰	توضیح تقدیر	۱۰۰
۴۴	اخلاص حسین مرحوم	۱۰۰
۷۴	تواریخ المناک	۱۰۰
۱۰۰	وکیل مراد آباد	۱۰۰
۱۲۷	روشن دین	۱۰۰
۱۳۹	آگاہ دل	۳۷
		۵۳۷

(آغاز ۱۹۳۷ء سے ختم ۱۹۴۲ء تک)

بِسمِ اللّٰہِ الاِلٰہِ الَّذِی جَعَلَ حَجًّا مُبَارَکاً

۱۳۵۵ھ

کر آئے ادا وہ فرضِ حج بھی روضہ کی بھی حاضری مبارک

۱۳۵۶ھ ۱۳۵۵ھ

تواریخِ نشاط قریں

۱۹۳۷ء

خیر مقدمِ حاجی الحرمین

۱۳۵۵ھ

مبارک عونِ ایزد سے مبارک فضلِ باری سے نکاتِ حج و احرام و طواف و سعی و قربانی

۱۹۳۷ء ۱۳۵۵ھ

زُبدۂ اہلِ علم مولٰنا سعادت اللہ صاحب اِسرائیلی

۱۳۵۵ھ

تاریخ از کلامِ الٰہی

۱۳۵۶ھ

اہلیہ صاحبہ محترمہ جواں ہمت فرزند رشید جواں دولت

۱۳۵۵ھ ۱۳۵۵ھ

ذَالِکَ ھُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ

۱۹۳۷ء

(۱)

سعادت حج کی ملتی ہے اُسی کو اُدھر سے جسکو ہو جاتا ہے ایما
یہ حامدِ حج مولانا کی تاریخ ہے کَانَ ذَالِکَ فوزاً عظِیمًا

۱۹۳۷ء

(۲)

وہ علامۂ سنبھلی آئے حج سے — مجسم افاضت، سراپا افادت
تھے ہمراہ فرزند بھی اہلیہ بھی — بصدقِ محبت بحسنِ ارادت
زیارت ہو مقبول، مبرور حج ہو — کہ وہ بھی سعادت ہے یہ بھی عبادت
وہ نعمت ملی جا کے مکے مدینے — کتاب و خبر میں ہے جسکی شہادت
کسی اور نیکی کو حاصل ہوئی ہے — نہ اس پر فضیلت نہ اس پر زیادت
وہ کعبہ، شرف جسکو سب معبدوں پر — جسے سب جبینوں کی حاصل قیادت
وہ روضہ، وہ اہل محبت کا کعبہ — جسے سب دلوں پر میسر سیادت
وہ آئے تو حامد نے تاریخ لکھی — چلے آتے ہیں حج کی لیکر سعادت

۱۳۵۵ھ

از کم مایہ حامد حسن قادری نقشبندی جماعتی بچھرایونی

۱۹۳۷ء

۳۰ رذی الحجہ ۱۳۵۵ کو لکھی گئیں اور یکم محرم ۵۶ھ کو حجاج تشریف لائے

تاریخِ تعمیرِ چاہِ مسجدِ کرت پور

بفرمائش عم مکرم جناب مولوی طفیل احمد صاحب قبلہ

عشرے میں بن گئی یہ غلاموں کے ہاتھ سے
مولیٰ کے تشنہ کام نواسوں کی یاد گار
تاریخ کیلئے یہ صدا آئی چاہ سے
تشنوں کے واسطے ہے یہ پیاسوں کی یادگار

۱۳۵۶ھ

تاریخِ وفات

"علامۂ حذاقت" "معدن جود و کرم جناب حکیم ظہور الدین احمد صاحب"

۱۳۵۵ھ ۱۹۳۷ء

(عبد القیوم صاحب اسرائیلی سنبھلی کی فرمائش سے ۲۷ مارچ ۳۷ء کو لکھی گئیں)

(۱)

آں مسیحا نفس ظہور الدین از جہان فنا بجنت رفت
سالِ درد آفرینِ رحلتِ او گفتہ ام: کوکب حذاقت رفت

۱۹۳۷ء

(۲)

جدا ہمیشہ کو ہم سے ہوے ظہور الدین مجسّم کرم و پیکرِ مسیحائی
جو تم سے پوچھے کوئی سالِ رحلت اے قیوم تو کہدو: آج چھپا اخترِ مسیحائی

۱۳۵۵ھ

تواریخِ عطیۂ پاکیزہ

۱۳۵۶ھ

شکریۂ کمالِ خُلق

۱۳۵۶ھ

بر

"ہدیۂ جناب محمد مرتضٰے صاحب صدیقی"

۱۹۳۷ء

انکم ٹیکس افسر بہ مقام آگرہ

۱۳۵۶ھ

یعنی

دیوانِ زبدۃ الاولیاء شاہ عبدالعلیم آسی قدس سرہٗ العزیز

۱۳۵۶ھ

از

شرمسارِ بینوا حامد حسن قادری

۱۳۵۶ھ

(۱)

دیواں کو جو پایا سبق آموز حقیقت
تاریخ کہی۔ شمعِ دل افروزِ حقیقت

۱۳۵۶ھ

(۲)

بھیجتے ہیں جنابِ صدیقی کلیات نوادر الاشعار!
یعنی دیوان حضرتِ آسی قطبِ دوران و زبدۂ ابرار
رحمتیں ان کی روحِ اطہر پر انکے مرقد پہ بارش انوار
کیا مزا ہے کلام میں ان کے دل نہو سیر، پڑھئے لاکھوں بار
اسکے دو سال عرض کرتا ہے حامدِ خاکسارِ بے مقدار
تحفۂ گنجِ معرفت، ہے ایک

۱۳۵۶ھ

دوسرا، تحفۂ گل بے خار

۱۳۵۶ھ

بسم اللہ العلیم و الحمد للہ الحکیم و الصلوۃ والسلام علی نبیہ المحمود الکریم

۱۳۵۶ھ

دیواں کو جو پایا سبق آموز حقیقت
تاریخ کہی:

"شمعِ دل افروزِ حقیقت"

۱۳۵۶ھ

دیواں غزلیات معارف آگاہ

۱۹۳۷ء

تصنیف عدیم المثال

۱۳۵۶ھ

از جناب مولانا شاہ عبد العلیم صاحب آسی قدس سرہ

۱۳۵۶ھ

تحفۂ گرامی جناب صدیقی بہ قادری

جناب محمد مرتضیٰ صدیقی انکم ٹیکس افسر، آگرہ فروری ۱۹۳۷ء میں انجمن ترقی اردو سینٹ جانس کالج آگرہ کے سالانہ انعامی مشاعرے کی صدارت کے لئے تشریف لائے۔ دیوان حضرت آسیؒ ساتھ لائے اور مجھے عنایت فرمایا۔ لیکن پھر یہ کہہ کر واپس لے گئے کہ اس کی تصحیح کر کے اور مجلد کرا کے پیش کروں گا۔ چنانچہ مارچ میں ممدوح نے میرے مکان پر کتاب بھیجدی۔ میں نے یہ تاریخیں جو گذشتہ صفحات پر درج ہیں ان کو بھیجدیں۔ دیوان مطبوعہ تھا لیکن

ناتمام تھا یعنی سرورق نہ تھا میں نے اس کا نام تاریخی تجویز کر کے یہ سرورق تاریخی مرتب کر کے کتاب پر لکھ دیا۔ معلوم نہیں اس کا نام کیا رکھا گیا ہوگا۔ کب اور کہاں چھپی ہے۔ اب یہ کتاب نادر و نایاب ہے۔

قطعہ تاریخ بے تکلف

۱۹۳۷ء

فرط سخاوت

۱۳۵۶ھ

میں نے دیکھا کہ ایک برقع پوش — آئی کل رات قبرِ حاتم پر
میں بھی کچھ جاگتا تھا کچھ سوتا — رکھے اک ہات قبرِ حاتم پر
اس نے آکر کئے عجیب و غریب — انتظامات قبرِ حاتم پر
برسی مُردے پہ آتے ہی کیا کیا، — رہی برسات قبرِ حاتم پر
ٹھوکریں پھر رسید کیں پیہم — پانچ یا سات قبرِ حاتم پر
پھر جو سوجھی، تو اپنے بوٹ کی نوک — رکھ کے ہیہات قبرِ حاتم پر
"تجھ سے بڑھکر ہیں دینے والے ہم" — لکھ دی یہ بات قبرِ حاتم پر
کھل گئی آنکھ، جب نہ دیکھ سکا — یہ خرافات قبرِ حاتم پر
رکھی دیکھی مٹھائی جس کے سبب — تھیں یہ آفات قبرِ حاتم پر
یہ سخاوت تھی، جس کے باعث تھا — کبر و طامات قبرِ حاتم پر
سر میں دعویٰ جو تھا تو کرنا تھا — اس کا اثبات قبرِ حاتم پر
خوب صدیوں کے بعد حاتم کو — جا کے دی مات قبرِ حاتم پر
ہوئی تاریخ بھی کہ فی الواقع — ماردی لات قبرِ حاتم پر

۲۹۸ — ۱۶۳۹ = ۱۹۳۷ء

یادگارِ غمِ جانکاہ

۱۳۵۶ھ

انتقالِ اہلیۂ ممدوحۂ منشی احمد اللہ صاحب

۱۳۵۶ھ

اہلیۂ منشی احمد اللہ زیں دہر بخُلد رفت ناگاہ
چوں مومنۂ زکیہ بود تاریخ بگوکہ یَغفِرُ اللہ

۱۳۵۶ھ

یہی مادّہ تاریخ منشی فضل حسن خان صاحب صابری 'اڈیٹر اخبار دبدبۂ سکندری 'ریاست رامپور کے کسی عزیز کی وفات پر نظم کر کے ان کو بھیجدیا تھا۔ جو ۳۰/اگست ۳۷ء کے اخبار میں شائع ہو گیا تھا

وھُوھٰذا

جُدائیِ مدّاحِ نبیؐ عباس علی خان رَحمَتہ اللہ

۱۳۵۶ھ

عباسِ علیِ خانِ ذی شاں چوں رفت بسوے خلد ناگاہ
تاریخِ وفاتِ حسرت آیات فرمود سروش یَغفِرُ اللہ

۱۳۵۶ھ

تاریخِ ہدایاے زمزمی وسُرمۂ عربی

۱۹۳۷ء

مُرسلۂ

جنابِ ادب مآب شمس العلماء محمدؐ عبدالغنی

۱۹۳۷ء

پروفیسر فارسی بہ ناگپور یونیورسٹی

۱۹۳۷

یہ آب ہے آبروے داریں یہ خاک ہے چشم دل کا سُرما
برکت بھی مجھے ملی۔ مزہ بھی تاریخ ہوئی "ثواب و خُرما"

۱۳۵۶ھ

پیش کردۂ بندۂ نیاز کیش احقر الناس حامد حسن قادری

۱۹۳۷ء

لکچرر فارسی واردو سینٹ جانس کالج آگرہ

۱۹۳۷ء

(یہی مادۂ تاریخ مفتی محمد حبیب ایم اے پروفیسر اسلامیہ کالج پشاور کو نظم کرکے بھیجا)

تقریرِ حبیب ریڈیو پر ہے دیدۂ عقل و دل کا سُرما
پائے ہیں جو نام و دام دونوں تاریخ ہوئی، "ثواب و خرما"

۱۳۵۶ھ

تاریخِ کامیابیِ فرزندِ راقم ساجد حسن قادری

در امتحان بی اے

معمور ظرافت

۱۹۳۷ء

بیک حیات قلیلے چگونہ اِمکانست هزار کارِ جہاں را بشر تمام کند
وہم وجود پسر را و بی اے بگذارم پسر برآید و کارِ دگر تمام کند

شمول "واقعہ" ہست اندریں تاریخ

۱۸۲

اگر پدر نتواند پسر تمام کند

۱۷۵۵

۱۸۲

۱۹۳۷ء

تاریخ تمغا یافتن ساجد حسن در امتحان بی اے

قاضی سر عزیز الدین احمد صاحب وزیر ریاست دتیا نے آگرہ یونیورسٹی کو سونے کا تمغا اس غرض کے لیے دیا ہے کہ امتحان بی اے کے کامیاب طالب علموں میں جو لڑکا فارسی یا سنسکرت میں اول نمبر پر پاس ہو اس کو دیا جائے ایک سال فارسی کے لیے دوسرے سال سنسکرت کے لیے۔ اس طرح ہر تیسرے سال فارسی والوں کو ملتا ہے۔ سب سے پہلا سال ۱۹۳۵ء تھا اور فارسی پر ملنے والا تھا۔ وہ ہمارے سینٹ جانس کالج کے ایک طالب علم مجیب احمد انصاری مارہروی کو ملا۔ اس سے تیسرے سال یعنی اب ۱۹۳۷ء میں بھی اتفاق سے تمغا ہمارے کالج ہی میں آیا اور ساجد حسن (عرف حسن) نے پایا۔ آخر جون میں امتحان کا نتیجہ آیا تھا۔ جولائی میں تمغہ کا اعلان ہوا۔

چوں حسن در پرچہ ہاے فارسی نمبر اعلیٰ و اولےٰ یافتہ
یافت او تمغا ز یونیورسٹی یافتم تاریخ تمغا یافتہ

۱۹۳۷ء

تواریخ ولادت فرزند مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب بچھرایونی بی اے بی ٹی

ضیاء الرحمٰن خود بڑے ظریف الطبع اور خوش مزاج آدمی ہیں۔ اپنے ہم عمروں

سے دل لگی کرتے رہتے ہیں۔ اس لیے اور بھی سب ان کو چھیڑتے ہیں۔ ان کی پہلی شادی کی تاریخ اور دلچسپ طویل قطعہ میں نے ۱۹۱۷ء میں لکھا تھا جو تواریخ کے پہلے مجموعہ میں درج ہے۔ نکاح ثانی اور ولادت دختر کی تاریخیں بھی اسی میں درج ہیں۔ اب دوبارہ اولاد کی امید ہوئی تو اچھے میاں (مولوی فرید عالم چشتی بی کام۔ ایل ایل بی منصف متھرا) نے آخر جون ۱۹۳۷ء میں منصوری پہاڑ سے ایک دلچسپ قطعہ کہہ کر بھیجا جو میرے سب سے پہلے قطعہ تاریخ نکاح کی زمین میں تھا اور مجھ سے اس کے لیے مصرع تاریخی کہنے کی اور اس کے علاوہ تاریخیں لکھنے کی فرمائش کی۔ میں نے ان کے قطعہ کے لیے یہ مصرع کہہ کر بھیجدیا (مبارک یقیناً کمائی ضیاء کی) اچھے میاں کے قطعہ میں یہ شعر نہایت دلچسپ معنی خیز تھا۔

خدا جس نے مریم کو بیٹا دیا تھا — اسی نے سنی ہے دہائی ضیاء کی

اس کے علاوہ ۹/۱۰ جولائی ۱۹۳۷ء کو یہ قطعات لکھ کر اچھے میاں کو متھرا بھیجے اس تقریب سعید کے لیے میاں چھٹو (مولوی سعید علی نظامی بی اے، ایل ایل بی وکیل، تارک الوکالت مراد آباد) نے پیشگی ایک طویل اور نہایت دلچسپ نظم دائی نامہ کے نام سے لکھی تھی۔ اس پر اچھے میاں نے چند اشعار کا اضافہ کیا تھا۔ چھٹو کے بعض شعر قابل یادگار ہیں۔ اس لیے نقل کرتا ہوں۔

دائی نامہ

سدھاری جو جنّت کو جائی ضیا کی — ہوا شور اب شامت آئی ضیا کی
جو نعم البدل ہو سکے گا نہ اس سے — تو پڑ جائے گی بس پٹائی ضیا کی
نہ جب چل سکا یاں کوئی عذر اس کا — گئی آسماں پر دہائی ضیا کی
کیا رحم اس ارحم الراحمین نے — کہ ایسے میں بگڑی بنائی ضیا کی
نئے سر سے امید قائم ہوئی ہے — مراد دلی پھر بر آئی ضیا کی
نہیں کوئی دائی بھی اس کوردہ میں — عجب جان مشکل میں آئی ضیا کی

ہوئی سب کی تجویز چندہ کریں کچھ — مقرر کریں ایک دائی ضیا کی
پھرے دربدر گو پریشاں و مضطر — مگر کام آئی گدائی ضیا کی
اُتر آئے شیشے میں محمود بھائی — یہ سب تھی لگائی بجھائی ضیا کی
کیا رام سب کو لیا سب سے چندہ — کہ منکر تھی ساری خدائی ضیا کی
کھٹائی میں پڑ کر نہ رہ جائے دیکھو — یہ اسکیم پکی پکائی ضیا کی
بہت کام آئی کھدائی ضیا کی — ہے سرسبز ٹہنی لگائی ضیا کی
بہت خط لکھے ہیں، بہت کوششیں ہیں — اب آئی اب آئی وہ دائی ضیا کی
خدا کا طفیل اور دائی کی کوشش — نہ کیوں سہل ہو پھر جنائی ضیا کی
ہمیں تو نہ تھا کچھ بھی مس شاعری سے — یہ ہاتف نے شامت بلائی ضیا کی

کھلے مدرسے اب، گیا لطفِ صحبت
قریب آ گئی اب جدائی ضیا کی

(۱)

جان بخشی کریں ضیا بھائی — منہ پہ آئی ہوئی پڑی کہنی
یعنی اے دل زروے آزادی — کہدے تاریخ: ٹھنٹھ کی ٹہنی

۱۳۵۵ھ
۱
۱۳۵۶ھ

(۲)

تم بچے نکالو۔ ہم نکالیں تاریخ — کیوں کوئی نکالے تم میں ہم میں شاخیں
نکلی شجر طبع سے شاخِ تاریخ — نکلیں کچھ شجرۂ صنم میں شاخیں

۱۹۳۷

(۳)

مطبع سے توالد کے فسانہ نکلا تفریح کا یاروں کی بہانہ نکلا
تاریخ ہے یہ اشاعتِ ثانی کی یعنی، پھر ایک شاخسانہ نکلا

۱۳۵۶ھ

(۴)

یہ کام نہ تھا ہر اک کے بس کا دولت جو چچا کی تم نے لوٹی
لے آئے جھٹ ایک۔ ایک کے بعد عادت تھی پڑی ہوئی نہ چھوٹی
دیکھو کہ کہیں کمر نہ ٹوٹے کافی ہے جو چار پائی ٹوٹی
دیکھی جو درآمد و برآمد حسرت سے ددا نے چھاتی کوٹی
ہو زور تو حاجتِ طلا کیا اکسیر کی ہے یہی تو بوٹی
دعوے کی دلیل ہاتھ آئی اللہ نے کی نہ بات جھوٹی

یعنی سالِ ولادت اے دل
لکھدے: شجرے میں شاخ پھوٹی

۱۹۳۷ء

(۵)

از ناں[1] شکمش پر کند از آب تہی پشت یہ عقل میں کیا بات سمائی ہے ضیا کی
بی اے ہے اگر پاس تو بی بی کا بھی ہے پاس ہم کو تو ادا اک یہی بھائی ہے ضیا کی
بی ٹی نے یہی بات سکھائی ہے ضیا کو یا بی بی نے یہ پینگ بڑھائی ہے ضیا کی
فرصت کسے ہندی[2] کے جو بیٹھے ورق الٹے یاں اور ہی ورقوں کی پڑھائی ہے ضیا کی
آسان نہیں ہندی سے بچہ کشی بھی واں بگڑی تو یاں بات بن آئی ہے ضیا کی
نکلا ہے لب والدہ[3] سے سال ولادت یہ گاڑھے پسینے کی کمائی ہے ضیا کی

۱۳۵۶ھ

۱۔ شاہنامہ کا شعر ہے:

"چناں بردآوردو آورد و برو کہ دایہ ز حسرت پس پردہ مرد"

۲۔ حکیم سنائی کا قطعہ ہے:

آدمی را دو بلا کرد رہی و انداز ہر دو بلا روزِ بہی
یا کند پر شکم خویش زناں یا کند پشت خود از آب تہی

۳۔ ضیاء الرحمٰن مسلم اسکول مراد آباد میں ٹیچر ہیں۔ ہندی کا ڈپارٹمنٹل امتحان پاس کرنا ضروری تھا۔ اس کی کوشش میں تھے۔

"حادثۂ مفارقت ابدی"

۱۳۵۶ھ

زکی جہاں عبد الحمید نوجواں پسر جناب عبد المجید صاحب ہیڈ ماسٹر مراد آباد

۱۹۳۷ء

(بفرمائش مولوی محمد مظہر جلیل صاحب شوق مراد آبادی، مدرس ہیوٹ مسلم ہائی اسکول مراد آباد)

دل شکستی اُم و اَب را اے حمید گرچہ خود از رنج راحت یافتی
خوش نیامد پہلوے مادر مگر راحتے در عزم رحلت یافتی
جاے امن ایں منزلِ دنیا نبود عافیت در کنج تربت یافتی
جام نوشیدی چو از دستِ اجل از ہمہ آلام صحت یافتی
از جہاں رفتی و سالِ رحلتت گفتہ ام: قصرے بجنت یافتی

۱۳۵۶ھ

تاریخ انتقال محمدؐ سلیمان صاحب

بفرمایش مشتاق حسین صاحب اکبر آبادی

ہوا ناگاہ سوے خلد راہی — جوانِ بہتریں سب میں سلیماں
لب ہاتف سے یہ تاریخ نکلی — جوارِ رحمتِ رب میں سلیماں

۱۳۵۶ھ

تاریخ توسیع و تجدید تعمیر، مسجد محلہ قاضی گلی، آگرہ

یہ مسجد ۲۱۸ سال قبل کی بنی ہوئی ہے۔ دالان بیرونی کے درمیانی در کے اوپر چھجے کے نیچے تعمیر (عبادت کدہ اہل توفیق ۱۱۳۸ھ) نصب ہے اور باہر سڑک کے دروازے پر (باب عبادت خانہ ۱۱۳۸ھ) کندہ ہے۔ اس سال مسجد کی توسیع ہوئی تو میں نے اندر اور باہر کے لیے تاریخی مادے نکالے اور ایک تاریخ سنگ مرمر پر کندہ کرا کے اپنی طرف سے پیش کی جو منبر کے اوپر نصب کردی گئی دروازے میں کوئی ترمیم ہی نہ ہوئی تھی اس لیے وہ دروازے والی تاریخ رہ گئی۔

لذِکرُ اللہ اعلیٰ و اکبر — دروازۂ عبادت خانہ
۱۳۵۶ — ۱۳۵۶

تاریخ اجراے ماہنامہ "ہندوستانی" مراد آباد بادارت مفتی رشید الدین ایم اے

رسید آن تحفۂ ہندوستانی — کہ ذوقے طُرفہ و لطفے عجب داد
بگفتم حامد ایں تاریخ اجرا — ثمرِ نخلِ تمناے ادب داد

۱۹۳۷ء

تاریخ اجرائے ہفتہ وار اخبار "خیام" لاہور از دفتر "عالمگیر"

بادارت حافظ محمد عالم صاحب در ماہ اکتوبر ۱۹۳۷ء

خیام کے پہلے پرچہ میں یہ قطعہ تاریخ شائع ہوا

ذکر کل محفل میں تھا خیام کا ملک میں یہ صاحبِ توقیر ہو
ایک نے اٹھ کر کہی تاریخ یہ شہرتِ خیام عالمگیر ہو

۱۹۳۷ء

تاریخ وفات اہلیۂ خواجہ عبدالواحد صاحب

مالک انتظامی پریس کانپور

خواجہ عبدالوحید کی فرمایش سے ۱۴ ستمبر ۳۷ء کو لکھی گئی

رحمت ہو روحِ مادرِ عبدالوحید پر مرقد میں ان کو راحت فردوس ہو نصیب
تاریخِ انتقال یہ لوحِ مزار پر لکھدو کہ قصرِ جنت فردوس ہو نصیب

۱۳۵۶ھ

لوحِ مزارِ ریاض احمد

۱۳۵۶ھ

مسٹر مجیب احمد انصاری ایم اے ایل ٹی کی فرمایش سے ۵ر نومبر کو لکھی گئی

از منزلِ زیست گام زن شد برراہِ عدم ریاض احمد
بلبل بوفا و گل بخوبی دریا بکرم ریاض احمد
در دہر بزیست بست و شش سال باناز و نعم ریاض احمد
ممدوحِ فرشتگان چو بودہ در بزمِ قدم ریاض احمد

برخاست یکے و گفت تاریخ
آمد بہ ارم ریاض احمد

۱۳۵۶ھ

تواریخِ رحلتِ جانگزا

۱۹۳۷ء

جناب حاجی مرزا تصدق علی بیگ مرحوم

۱۳۵۶ھ

نور اللہ قبرہ طیب ثراہ

۱۳۵۶ھ

۲۸ر شعبان ۳ر نومبر چہار شنبہ کو مغرب کے وقت شفاخانہ میں انتقال ہوا۔ ان کے صاحبزادہ بچو میاں کی فرمائش سے ۷ر نومبر کو یہ تاریخیں لکھی گئیں جو مرحوم کے مزار پر کندہ کرادی گئی ہیں۔

لبیک میرزا ے تصدق علی بگفت   نازل زحق بدستِ اجل چوں پیام گشت
آمد چو بست و ہشتم شعباں و وقتِ شام   گویا کہ روز زندگیش نیز شام گشت
لاریب گشت آگرہ خالی ز محسنے   حقا کہ حسنِ خلق بذاتش تمام گشت
برلوحِ تُربتش زپےِ یادگارِ غم   تاریخ ثبت شد کہ بجنت مقام گشت

۱۳۵۶ھ

مرحوم کا ایک قدیم موروثی باغ تھا اس میں ان کی یادگار قائم کرنے کے لیے ان کے لڑکے نے یہ تاریخ لکھوائی۔ اس قطعہ کا مضمون بچو میاں نے بتایا تھا۔ وہی نظم کر دیا گیا۔

رونق جو تھی وہ ڈپٹی تصدق علی سے تھی
اس باغ میں ہے اُن کے گُل خُلق کی بہار

باغ و بہار ان کی طبیعت ازل سے تھی
انگوری باغ میں ہے وہی شوق آشکار

کس شوق سے بنایا تھا کاشانۂ نفیس
کس ذوق سے سجایا تھا گلزار ولالہ زار

جلسے وہ کیسے خلق سے کرتے تھے باغ میں
لاتے تھے دوستوں کو یہاں اپنے بار بار

سچ ہے مکین ہی سے ہے رونق مکان کی
اب وہ نہیں، تو گل ہیں یہاں کے نظر میں خار

اولاد ان کی پھولے پھلے باغ کی طرح
یہ باغ بھی جہاں میں رہے ان کی یادگار

موزوں ہوا یہ مصرع تاریخ بر محل
انگوری باغ رنج سے ہے ہائے سوگوار

۱۹۳۷ء

نغماتِ موت
۱۹۳۷ء
یعنی
تواریخ حسرت ایما
۱۹۳۷ء
یا
مُرقعِ غمِ وفات
۱۹۳۷ء
زبدۂ حکماء مسیح الملک حکیم محمد احمد خانصاحب دہلوی
۱۳۵۶ء

(۱)

گشتہ مرگِ محمدؐ احمد • پاسِ جاویدِ طبِ یوناں
ناگہ پامالِ از خزاں شد نخلِ اُمیدِ طبِ یوناں
از وے تکمیلِ حکمتِ ہند از وے تجدید طبِ یوناں
قفلِ درِ صحت است بستہ گم گشت کلیدِ طبِ یوناں
تاریخِ وفات گفت حامد پنہاں خورشیدِ طبِ یوناں

۱۳۵۶ھ

(۲)

از عراق آمد و بجنّت رفت خانِ ذیشاں محمد احمد خاں
یافت اوّل ز پیر بغدادی جامِ عرفاں محمد احمد خاں
پس چو جام اجل رسید۔ بخورد جُرعۂ زاں محمد احمد خاں
آسمانِ کمالِ طب دہلی مہرِ تاباں محمد احمد خاں
سالِ رحلت زبہرِ لوحِ مزار فخر دوراں محمد احمد خاں

۱۹۳۷ء

(۳)

وہ حکیم محمد احمد خاں ختم تھی جن پہ خوبیِ اخلاق
جن کے نسخے کی خود شفا عاشق جن کی باتوں کا شہد خود مشتاق
لیتے آئے اجل کو ساتھ اپنے آئے دہلی جو کرکے سیرِ عراق
طبِ یوناں کی موت' موت ان کی اور فراقِ کمال' انکا فراق
لب ہاتف سے ہے یہ سالِ وصال
خاتم الطب یگانۂ آفاق

۱۳۵۶ھ

یہ تاریخیں اخبار ایشیا آگرہ مورخہ ۲۷ر نومبر ۱۹۳۷ میں شائع ہوئیں۔ حکیم محمد حیات خان صاحب دہلوی نے آگرہ سے وہ پرچہ مرحوم کے بھائی حکیم ظفر احمد صاحب کو بھیجا انھوں نے شکریہ کا خط لکھا۔

تاریخ ارتحال جانگداز

۱۹۳۷ء

بر

مرقدِ پاکِ نیک نہاد ماسٹر حاجی محمد صالح ٹونکی

۱۹۳۷ء

(بفرمائش مولوی عبدالوالی صاحب، معلم، مسلم اسکول، کانپور
برادر بزرگ صالح مرحوم)

(۱)

دعا ہے کہ مرقد میں بھی ان کی روح ہمیشہ رہے راحتِ خلد میں
یہ والی نے تاریخ رحلت کہی کہ صالح گئے جنت خلد میں

۱۳۵۶ھ

(۲)

چو از قضاے الٰہی ز سائکل اُفتاد کشید آہ چہ محنت محمدِ صالح
چو ہفت ماہِ غم و رنج قسمتش کردند نیافت راحت و صحت محمدِ صالح
"زجام دہر مے کل من علیہا فان" بخورد و رفت بتربت محمدِ صالح
چہ بود عابد و صالح، چہ ماہر تعلیم چہ داشت خوبیِ سیرت محمدِ صالح
پس از اداے حقوق العباد حاصل کرد شرف ز حج و زیارت محمدِ صالح

چو خواہی سالِ وفاتِ برادر اے والی
بگو کہ رفت بجنت محمدِ صالح

۱۳۵۶ھ

؎ یہ مصرع ایک مشہور شعر کا دوسرا مصرع ہے۔
ہر آنکہ زیست بناچار بایدش نوشید زجام دہر مے کل من علیہا فان

سرورق تاریخی روزنامچہ راقم سطور ذیل خاکسار حامد حسن قادری

۱۳۵۶ھ

الغیب عنداللہ جمیعا

۱۳۵۷ھ

بنامِ علیمِ خبیرِ بصیر — ۱۳۵۷ھ

بذکر خداے کریمِ بندہ نواز — ۱۹۳۸ھ

نقش و نگار قضا و قدر

۱۹۳۸ء

و

توضیح تقدیر

۱۹۳۸ء

یعنی

سرنوشت راقم

۱۳۵۷ھ

احقر دوراں خاکسار حامد حسن قادری

۱۹۳۸ء

تاریخِ ولادتِ فرزند مولوی مظفر علی صاحب ایم اے

سکنڈ ماسٹر 'سینٹ جانس اسکول' آگرہ

۱۲/ جنوری ۱۹۳۸ء/ ۹ ذیقعدہ کو بچہ پیدا ہوا۔ ۱۵/ جنوری کو تاریخ لکھی گئی

وہ جس سے ہے آفتاب کو رشک وہ جس سے قمر خجل مبارک

تاریخ ولادت اِس پسر کی لکھ۔ آپ کو لختِ دل مبارک

۱۳۵۶ھ

تاریخ وفات مرزا قربان علی بیگ صاحب فرزند اکبر مرزا عرفان علی بیگ صاحب مرحوم

(بفرمائش نواب میرزا صاحب و عزیز مرزا صاحب کوچہ حکیمان)

مرزا قربانِ علی بیگ آہ رخصت ہوگئے دور ہوکر ہم سے پہنچے رحمت حق سے قریب
بے سرِ اندیشہ ایدل ان کی تاریخ وفات لکھدے۔ جنت مرزا قربانِ علی کو ہے نصیب
۱۳۵۶ھ

تواریخ صدمۂ انتقال

۱۹۳۸ء

اہلیۂ جناب مولانا الحاج سعادت اللہ اسرائیلی سنبھلی

۱۳۵۷ھ

نوّر مرقدها و جعل الجنة مثواها

۱۳۵۷ھ

۲۱ر مئی ۲۰ رربیع الاول کو صرف ۴ گھنٹے بیمار رہ کر مرگ ناگاہ سے رتبہ شہادت پایا۔ علالت کی شدت میں فریاد کی ”او سبز گنبد والے میری مدد کر“ ان کے فرزندوں نے یہ تاریخیں مزار پر نصب کردیں۔ بڑے لڑکے کا نام حبیب اور چھوٹے کا احمد ہے۔ مرحومہ کے شوہر اور فرزندوں کے نام کی رعایت پہلے شعر میں ہے۔

136783

کیوں سعادت یابِ قربِ حق نہ ہوں تھیں حبیبِ پاک احمدؐ پر نثار
خاتمہ کا حال ہے تاریخ میں روح کی ہے سبز گنبد پر نثار

۱۳۵۷ھ

تاریخ وفات دختر چودھری بشیر الدین صاحب لال خانی

ہوگی پُر نور قبر محمودی اس میں باغِ جناں کِھلا ہوگا
لکھئے تاریخ لوحِ مُرقد پر قربِ خیر النسا ملا ہوگا

۱۳۵۷ھ

تواریخ حسرت پیام

۱۹۳۸ء

وفاتِ جاں سوزِ جگر خراش

۱۹۳۸ء

سر شیخ اقبال جنت مقام

۱۹۳۸ء

اَلمَغفُور اَنَارَاللہ بُرھَانَہ

۵۸۱ + ۱۳۵۷

۱۹۳۸ء

از

(فقیرِ احقر حامد حسن قادری کان اللہ لہٗ)

۱۳۵۷ھ

برفت اقبالِ ہند و شرق و اسلام — شکوہ رفتہ باز آید کہ ناید
دگر در جانِ اسلام آتش عشق — باں سوز و گداز آید کہ ناید
دگر در جامِ شرق آں بادۂ درد — بفتوائے جواز آید کہ ناید
دگر در ساز ہند آں نغمۂ شوق — بآہنگِ حجاز آید کہ ناید
برفت اقبال و رفت از جاں قرارے — قرارِ جاں نواز آید کہ ناید
برفت اقبال و رفت از دیں بہارے — دگر گلشن طراز آید کہ ناید
برفت اقبال و رفت از ملک شانے — دگر آں عزو ناز آید کہ ناید
برفت اقبال و رفت از قوم آنے — دگر آں جلوہ ساز آید کہ ناید
دگر آید کہ ناید خادمِ دیں — بایں محمود لیاز آید کہ ناید
دگر آید کہ ناید سیّدِ قوم — سرگردوں نواز آید کہ ناید
دگر آید کہ ناید مشربِ ناب — نگاہ پاکباز آید کہ ناید
دگر آید کہ ناید حسن در نظم — دگر آید سوز و ساز آید کہ ناید
دگر آید کہ ناید عشق در شعر — حقیقت در مجاز آید کہ ناید
دگر از کاروان مُشتِ غبارے — بشوقِ اِہتزاز آید کہ ناید
دگر برکشورِ دل تُرکِ شیراز — بعزم ترکتاز آید کہ ناید
خدارا بندگاں بسیار باشند — خودی را کارساز آید کہ ناید
سرے دارند وہم سودا وہم درد — سراں را سرفراز آید کہ ناید
بدستِ کوتہ از خلق و بخالق — بدامانِ دراز آید کہ ناید
سرِنازِ خودی در کعبۂ دل — بآئینِ نیاز آید کہ ناید
قیامِ قوم را آواز پیغام — ز محرابِ نماز آید کہ ناید
در کاشانۂ اُمیدِ باز است — کسے از در فراز آید کہ ناید
ز شعرش ساخت حامد سالِ رحلت — بشانِ امتیاز آید کہ ناید

برفت اقبال آں عرفاں نوائے

۱۳۳۵ھ

دگر دانائے راز آید کہ ناید

۶۰۳

۱۹۳۸ء

یہ نظم اخبار خیّام لاہور مورخہ ۸؍جولائی ۳۸ء میں پورے صفحہ پر نہایت خوبصورت شائع ہوئی اور میں نے اس ورق کو الگ کر کے فریم کرالیا۔

رِفعتِ دَرَجت

۱۳۵۷ھ

ترجمانِ حقیقت فیلسوفِ عصر

۱۹۳۸ء

سحر بیانِ آگاہ دل ڈاکٹر سر محمدؐ اقبال رحمتہ اللہ علیہ

۱۹۳۸ء

در نظرِ عقیدت

۱۹۳۸ء

کمترینِ افقر حامد حسن قادری عفی اللہ عنہ

۱۹۳۸ء

رفت اقبال آفتابِ جہاں رفتِ اقبالِ وقت، بدر آیات

۱۳۵۷ھ ۱۹۳۸ء

رفت اقبال وہم گل افشانی رفت اقبال و رفت زیب حیات

۱۳۵۷ھ ۱۹۳۸ء

فخرِ اسلام و نازِ عالَم علم — نازِ مشرق بہترین صفات
۱۳۵۷ھ — ۱۹۳۸ء

ترجمانِ حقیقتے بیباک — حق پژوہ و فقیر خوش اوقات
۱۳۵۷ھ — ۱۹۳۸ء

آں قلندر صفت سخن پیرائے — آں مثالِ حکیم وقف نکات
۱۹۳۸ء — ۱۳۵۷ھ

نامِ اقبال روشن و شیریں — ذاتِ اقبال مجمع الحسنات
۱۳۵۷ھ — ۱۹۳۸ء

ذاتِ اقبال بے تعلقِ نام — نامِ اقبال باجدائی ذات
۱۹۳۸ء — ۱۳۵۷ھ

تربتِ پاک محفلِ قدسی — روح، پرنور و مہبطِ برکات
۱۳۵۷ھ — ۱۳۵۷ھ

قطعۂ گفتہ ام کہ ہر مصراع
مشعرے می شود بسالِ وفات

تواریخِ دیگر متعلق وفاتِ علامہ اقبال مرحوم

پیامِ سر شیخ اقبال
۱۳۵۷ھ

"باش ہادیِ راہِ رازِ خودی!" — "بانیازِ خدا بانازِ خودی"
۱۳۵۷ھ — ۱۳۵۷ھ

برجستہ بگفتم سالِ وفات
اقبال فقیر خوش اوقات
۱۹۳۸ء

گویم تاریخ چوں سفر فرمائی کز "ضرب کلیم" منہلے بنمائی
۱۳۵۷ھ

علامہ اقبال مرحوم نے وفات سے قبل یہ شعر پڑھا تھا۔

نشانِ مردِ مومن باتو گویم چو مرگ آید تبسم برلب اوست

میں نے دوسرے مصرع سے یہ تاریخ نکالی ہے۔

برلبش آید بدمِ مرگ تبسّم
۱۳۵۷ھ

بحرِ تاریخ راست دُرِ یتیم رفت طوفان زا بضربِ کلیم
۱۹۳۸

مثنوی صلائے خودی
۱۳۵۷ھ

بہ تقلیدِ معانیِ "اسرارِ خودیِ" اقبال
۱۹۳۸ء

معِ تحسینِ کلام و پیامِ عالم افروزِ اقبال
۱۳۵۷ھ

با تاریخ ہائے وصال
۱۳۵۷ھ

(متاعِ کاسد از بے ہنر حامد حسن قادری)
۱۳۵۷ھ

برنظامی باد رحمت دمبدم — "مثنوی" را گفت قرآنِ عجم
من چہ گویم وصفِ آں روشن کتاب — "آفتاب آمد دلیل آفتاب"
جانِ قرآن در تنِ آں مثنویست — معنیِ وحی ست و لفظ مولویست
لیک از دورِ زمانِ بے ثبات — شد دگرگوں نظمِ بزمِ کائنات
چوں بقرنِ بستم آمد دورِ جام — میکشاں گشتند زاں مے تلخ کام
شد جہاں آبستنِ اقوامِ نو — ساقیِ نو، بادۂ نو، جامِ نو
شرع و دیں، علم و عمل تغیر یافت — رنگِ دیگرگوں کہن تصویر یافت
در سرشت آں آب وہم آں گِل نماند — آں سر و سودا و دردودل نماند
ہم زمیں ہم آسمانے شد دگر — ایں جہاں گویا جہانے شد دگر
چوں کہن گردید عہد مثنوی
ناگوارا گشت شہد مثنوی
نے معاذ اللہ، زنقصِ آں کتاب * بلکہ از اخفاے عقل اندر حجاب
آں خوراست وہمچناں روشن کہ بود — ہمچناں خندانست آن گلشن کہ بود
شپرہ چشم ارنہ بیند گو مبیں — کس اگر زاں گل نہ چیند، گو مچیں
لاجرم نازل بشد الہامِ نو
بہر نو اقوامِ ایں ایامِ نو
آمد اقبال و پیامے داد نو — بزم کہنہ را نظامے داد نو
بنید آں کش چشمِ دل بینا بود — نشۂ آں مے کہ درمینا بود
دید مسلم را کہ مہرش زرد شد — شد دلِ او ساکن و تن سرد شد
کارِ اصلاحش کُجا آساں بُود — جاں دمیدن در تنِ بیجاں بُود

* ماخوذ از شعر اقبال:
یارب درونِ سینہ دل باخبر بدہ — در بادہ نشہ را نگرم آں نظر بدہ
آں ز گرمیِ نفس اقبال کرد — انچہ نتواں کرد کس اقبال کرد

انچہ از رازیؔ و غزالیؔ نشد   انچہ از سرؔ سیّد و حالیؔ نشد
کرد اقبالؔ انچہ از غالب نشد   انچہ از عرفیؔ و از طالبؔ نشد
انچہ از ایراں نشد از ہند شد   انچہ از ملاّ نشد از رند شد
انچہ رومیؔ گفت ہم اقبالؔ گفت   لیک حسبِ حالِ عصرِ حال گفت
انچہ نتواں گفت رومی گفت او   نو گہُر در رشتہ نو سفت او

آشکارا کرد اعجازِ خودی
مُہر بشکست از خُمِ رازِ خودی

گفت خود ہستی ز آثارِ خودی ست   بے خبر مُسلم از اسرارِ خودی ست
ہست درمانے ولے بیمار نیست   وا درِ میخانہ و میخوار نیست
[1] آں مےِ مردافگنِ لشکر شکن   گشت از قحطِ خریداری کہن

ایں کہ داد اقبال پیغامِ خودی
داد حکمِ وحی را نامِ خودی

نیست آں چیزے بجز تعینِ ذات   یعنی احساسِ شرف بر کائنات
تانسنجد پایۂ خود آدمی   تا نداند مسایۂ خود آدمی
احسنِ تقویمِ خود را تا ندید   بر فلک تقدیمِ خود را تا ندید
تانہ خود را از مَلَک بر تر نہاد   لا مکاں را تانہ زیرِ پر نہاد
تانہ خود را داشت محکم تر زکوہ   در شکوہ افزوں زبحرِ پُر شکوہ
تانہ روشن تر زمہر و ماہ شد   تانہ از نورِ دلش آگاہ شد
تانہ خود را داند افضل از ہمہ   ویں ہمہ را از دمِ خود دمدمہ [2]

---

[1] ماخوذ از مصرعِ غالب: ''ایں مے از قحطِ خریداری کہن خواہد شدن''۔ پہلے مصرع میں ''مے مردافگن'' بھی غالب ہی کی ترکیب ہے۔

[2] میں نے دانستہ یہ فارسی محاورہ اردو محاورہ (دم کا دمدمہ) سے اختراع کیا ہے۔ اگر اہلِ زباں پسند نہ کریں تو مجھے کچھ اصرار نہیں ہے لیکن یہ میرزا غالب دہلوی کی تقلید ہے۔ انہوں نے بھی ایک اردو کا محاورہ (ہماری گرہ سے کیا جاتا ہے) فارسی میں ترجمہ کرکے نظم کیا ہے۔ کہتے ہیں:

گوئی مباد در شکنِ طرّہ خوں شود   دل زاں تست از گرہِ ماچہ می رود

گے شود ہستی او مقصودِ کُن گے شود مصداقِ اِنّی جاعِلٌ
ماحیِ معبودِ باطل گے شود حامیِ توحیدِ کامل گے شود
گہ پرستارِ مظاہر می شود گاہ محکومِ عناصر می شود
چوں نداند عزّ و شانِ خویش را بندہ گردد بندگانِ خویش را
آنکہ مِہر از نور او بنمود چہر ذرّہ داند خویشتن را پیشِ مہر
آنکہ دریا با وجودِ شوکتش قطرۂ باشد زبحرِ ہمتش
من چہ گویم آں غلط اندیش را قطرۂ ہم می نداند خویش را

می وزد بادے، دلش لرزاں شود آید آبے، دامنش ترزاں شود
چوں ہو[1] اے او اِلٰہِ او بود
سخت کوتہ بیں نگاہ او بود

می پرستد انچہ اندر عالم است دور تراز چشم و بالا تر زدست
در پرستاری ازیں ہم بگذرد جامۂ عقلش بدستِ خود دَرد
ترک گوید دانش و فرہنگ را خود تراشد، خود پرستد سنگ را
انجم و اشجار معبودِ وَیَند آتش و ہم آب مسجودِ وَیَند
زن، زمیں، زر، زور اِلٰہانِ وَیَند ہم دل و جاں، دین و ایمان وَیَند
نسل[2] و رنگ و خوں خداوندانِ او از شمار افزوں خداوندانِ او
رفت از یادش چو پیمانِ الست
از شرابِ حُبِّ باطل گشت مست

---

[1] اَرَئَیتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰهُ۔ (کیا تم نے اس پر بھی نظر کی جس نے اپنی خواہش کو اپنا خدا بنا رکھا ہے) سورہ فرقان۔ پارہ ۱۹۔ رکوع ۴۔
[2] مُلک

چوں خودی خویش را از دست داد جیب و دانش بدست مست داد
دستِ باطل دامنِ حق چاک کرد نور باطن را نہاں در خاک کرد
گشت چوں عرفانِ نفس از وے جدا رفت از دل ہم خودی و ہم خدا

پس خودی چیزے بجز توحید نیست
دین و دنیا را جز ایں تمہید نیست

ہست تعینِ خودی اعلانِ حق یاد کن اعلانِ آں جانانِ حق
نعرہ[1] چوں آں سرکشے رہ کردہ گم زد. لَنَا الْعُزّٰی وَلَا عُزّٰی لَکُمْ
[2]قَالَ لِلفَارُوقِ وَحیُ اللّٰہِ قُم قُل لَنَا المَولی وَلَا مولی لَکُمْ
لیکن ایں اعلاے حق آید بروں زانکہ پُر از ذوقِ حق گشتش دروں
گم چو شد فرقِ حق و باطل ازو در دلِ او نے اَنَا ماند نہ ھُوَ
کے خدا ماند، خودی شد گرفنا از اَنَا ھُوَ ہست و ہم از ھُو اَنا

ایں پیامِ حق کہ سر اقبال داد
قوم را بارِ دگر اقبال داد

گرچہ بسیارند دیں را رہبراں نیست ایں سر در حدیثِ دیگراں
گرچہ بسیارند استادانِ شعر بر نیامد ایں گہر از کانِ شعر
ایں نمی آید ز حرفِ دیگراں ایں نمی گنجد بظرفِ دیگراں

---

[1] جنگ اُحد میں قریش کے امیر ابوسفیان نے (بحالت کفر) مسلمانوں کو جلانے کے لیے اشعر قریش سے نعرہ بلند کیا، لنا العزی ولا عزی لکم" (ہمارا مددگار عزی بت ہے اور تمہارے پاس عزی نہیں ہے) حضرت نبی کریم ﷺ نے یہ نعرہ سنکر صحابہ کرام سے فرمایا کہ کوئی شخص پکار دو کہ اللہ مولنا ولا مولی لکم (اللہ ہمارا مولیٰ ہے اور تمہارا کوئی مولیٰ نہیں)۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فوراً اٹھ کر یہ نعرۂ حق بلند کر دیا۔ میں نے نظم میں موزوں کرنے کے لئے اصل الفاظ میں کچھ تغیر کر دیا ہے۔

[2] اس شعر کا ترجمہ یہ ہے کہ "وحی اللہ (یعنی آنحضورؐ) نے فاروقؓ سے فرمایا کہ اٹھو اور کہدو ہمارا مولیٰ ہے اور تمہارا کوئی مولا نہیں۔

ہر دل و جاں قابلِ ایں درد نیست کنزِ مخفی گنجِ باد آورد نیست
بود راسخ حُبِّ حق در روحِ او
باد رحمت ہاے حق بر روحِ او
باد رحمت ہاے حق برتُربتش آمد۔ "المغفور"، سالِ رحلتش
۱۳۵۷ھ

ہم زروے داد[۴] در وحیِ کریم گفت ہاتف۔ عِندَہُ اَجر عَظِیم
۴+۱۳۵۳=۱۳۵۷ھ

سالِ دیگر ہم ز قرآنِ مبین
گفت حامد۔ لَذَّۃً لِلشّٰرِبِین
۱۳۵۷ھ

یادگارِ غمگیں

۱۳۵۶ھ

بر مرقدِ منورِ واصلِ حق مولوی محمد مہدی صاحب قبلہ

۱۳۵۶ھ

بَرّدَ مَضجَعَہُ اللّٰہ جَلّ جَلَالُہ دَائِماً اَبداً

۱۳۵۶ھ

مہدی گرفت دامنِ سلطانِ اولیا یعنی نظام[۱] رُشد و ہُدیٰ جانِ اولیا
"ذوقے دگر ز جامِ حقیقت بادہ رسید شوقے دگر ز مستیِ عرفانِ اولیا"
خاصانِ اولیا سلفِ صالحینِ او اخلافِ او ز جُملۂ اعیانِ اولیا

---

[۱] مرحوم کے پیر و مرشد حضرت شاہ نظام الدین حسین صاحب بریلوی رحمتہ اللہ

محمودؔ[1] خود بہ فضلِ[2] خدائے لطیفؔ[3] بود فرزندِ او عزیزؔ[4] دل و جانِ اولیا
فاروقی و فریدی و چشتی و قادری در نسبت و نسب گہر کانِ اولیا
تازیست با کرم و فیضِ اتقیا چوں رفت رفت با حشم و شانِ اولیا
تاریخ رحلت آمدہ از اہلِ آسماں

۱۸۸

با اولیاست حشر محبّانِ اولیا

۱۳۵۶ھ

طلسم عنوانات تاریخی

۱۹۳۸ء

جو بی اے پرشین کورس (برائے امتحان ۱۹۴۰ء) مرتبہ خاکسار راقم کے ضمیمہ کے ٹائٹل پیج پر لکھا گیا

بسمِ اللہ علّٰم الغیُوب

۱۳۵۷ھ

ترتیب الضمیمہ

۱۹۳۸ء

در

مقالات مفیدہ و ضروریہ

۱۹۳۸ء

یعنی

---

(۱) مرحوم کے دادا کے بڑے بھائی حضرت مولوی محمود عالم صاحب بچھرایونی خلیفہ حضرت شاہ نیاز احمد صاحب بریلویؒ۔
(۲) مرحوم کے دادا حضرت مولوی فضل عالم صاحب خلیفہ حضرت نظام الدین حسین صاحبؒ۔
(۳) مرحوم کے والد مولوی محمد لطیف صاحب مرحوم
(۴) مرحوم کے فرزند اکبر شاہ محمد تقی صاحب عرف عزیز میاں سلمہ اللہ تعالیٰ سجادہ، خانقاہ نیازیہ، بریلی۔

آئینہ سیرت و تبصرۂ مصنفانِ عجم و ہند

۱۹۳۸ء

با معلومات جدیدۂ اصناف شعر و صنائع و بحور و اوزان

۱۹۳۸ء

از کلک مولانا حامد حسن قادری، پروفیسر سینٹ جانس کالج

۱۹۳۸ء

در مطبع آگرہ اخبار بحسن طبع زیب جہاں شد

۱۹۳۸ء

تاریخی رُباعی

مخدومی جناب مولوی محمد حسن صاحب شوقؔ بچھرایونی نے جون ۱۹۳۸ء میں مجھے کرمنامہ ارسال فرمایا اور اس میں یہ فقرہ بھی لکھا کہ آپ غوّاصِ بحرِ حقیقت ہو گئے ہیں اس لیے اہل وطن کو چھوڑ دیا ہے۔ میں نے اس کے جواب میں یہ رُباعی کہہ کران کو بھیج دی تھی۔

حاصل ہو عذاب سے جو محشر میں خلاص سمجھوں کہ ہوئی ہے مجھ پہ یہ رحمتِ خاص
یہ مصرعِ[1] تاریخ ہے خود شاہدِ حال "دانستہ ہوں" "بحرِ معصیت کا غواص"

۵۸۱ + ۱۳۵۷

۱۹۳۸ء

تاریخ انتقال

"ولدِ شیر خوار" "نورِ چشم گوہرِ دل عارف علی بیگ"

۱۳۵۷ھ ۱۳۵۷ھ

[1] غواص مجھے بحرِ حقیقت کا نہ جان

عارف علی کی موت کا صدمہ بیاں ہو کیا ماں باپ کے دلوں پہ وہ کوہ گراں ہے یہ
تھی دل کو سالِ مرگِ مفاجات کی تلاش رضواں پکارا: طائرِ باغِ جناں ہے یہ

۱۳۵۷ھ

یہ بچہ نواب مرزا صاحب کا پوتا اور عزیز مرزا صاحب کا نواسا تھا۔ ۲/ جولائی ۳۸ء کو راہی جنت ہوا۔ عزیز مرزا صاحب کی فرمائش سے ۵/ جولائی کو یہ تاریخ لکھی گئی۔

تاریخ

نغمہ شادی و طبل ماتم

۱۹۳۸ء

ہمارے مکان سکندر منزل (کوچہ حکیمان) سے ملے ہوئے مکان لیاقت علی خان میں جو کرایہ دار رہتے ہیں ان کے گھر شادی تھی۔ اسی دن اس سے دو مکان آگے تیسرے گھر میں کسی بی بی کا انتقال ہو گیا۔ ۱۴/ جون ۱۹۳۸ء کو دوپہر میں متوفیہ کا جنازہ اُٹھا۔ دو گھنٹے بعد شادی والے گھر سے لڑکی کا جہیز نکلا۔ جس جگہ جنازہ کا پلنگ رکھا گیا تھا۔ اسی جگہ جہیز کے خوان رکھے گئے۔ میں نے اسی شب میں یہ تاریخ کہی۔

اک گلی ہے اک محلّہ' دو گھروں کا بیچ ہے
ایک گھر میں نغمہ عیش' ایک میں شور فغاں
واہ کیا نیرنگ ہے یہ، آہ کیا منظر ہے یہ
دو گھروں سے آج رخصت ہو رہی ہیں بیٹیاں

ساتھ رخصت ہو کے دونوں اپنے اپنے گھر چلیں
لیکن اک تابوت میں، اک پالکی میں ہے رواں

ایک کو آغوشِ شوہر، ایک کو آغوشِ گور
سمجھے اپنی مصلحت کو توہی اے اللہ میاں

نکلی ہے تاریخ یہ اک مصرعِ مشہور سے
"ہوتے ہیں ماتم وہیں' بجتے ہیں نقارے جہاں"

۱۹۳۸ء

تاریخ وفات

حمیدہ اوصاف منشی محمدؐ اختر

۱۹۳۸

مکرمی جناب حکیم مبین الزماں صاحب اکبر آبادی کی فرمائش سے ۲۲/جون ۱۹۳۸ء کو متھرا میں اچھے میاں کے مکان پر لکھی گئی۔

گلزارِ جہاں کی سیر آئی نہ پسند اس کو
کرنے کو گیا سیرِ گلزارِ جناں اختر
وہ دل کا سہارا تھا، وہ آنکھ کا تارا تھا
افسوس حسیں اختر، ہیہات جواں اختر
لکھا ہی رہے گا یہ صدمہ تو مبیں دل پر
تاریخ بھی تم لکھدو، محبوب زماں اختر

۱۳۵۷ھ

نامۂ اخلاص پیام حامد حسن قادری

۱۳۵۷ھ

بخدمت ارسطو وقار حکیم مبین الزماں

۱۹۳۸ء

تاریخ فرمایش اعزازی

۱۹۳۸ء

(حکیم صاحب کو ان کی فرمائشی تاریخ کے ساتھ ۲۲/جون کو
متھرا سے آگرہ روانہ کیا گیا)

مبین الزماں، مسیحِ زماں ۔۔۔ بلیغ زمیں و فصیح زماں
مطب میں نصیب ان کو لقماں فری ۔۔۔ وہ میداں میں اَمپائر و ریفری
وہ مجروٹی کے اک گل سر سبد ۔۔۔ ظریف الزماں از ازل تا ابد
مگر یہ عجب کام کرتے ہیں وہ ۔۔۔ کہ لوگوں کو بدنام کرتے ہیں وہ
وہ خود شاعری کے تو نباض ہیں ۔۔۔ خدا جانے کیوں مجھ سے ناراض ہیں
لگادی مجھے تہمت شاعری ۔۔۔ کہاں میں' کہاں دولت شاعری
مجھے مشق تاریخ گوئی نہیں ۔۔۔ یہی کیا، ہنر مجھ میں کوئی نہیں
مرا حال ہے ماورائے دوا ۔۔۔ کہ ہستم اسیر کمند ہوا
کریما بخشائے برحالِ ما ۔۔۔ بدل کن ز کشمیر بنگالِ ما
غرض ان کا کرنا ہے کہنا مجھے ۔۔۔ نہیں گرچہ اس فن سے لینا مجھے
اگر یہ نظر میں جچے کم نما ۔۔۔ خطا در گذار و صوابم نما
مجھے ان کی تعمیل سے فخر ہے ۔۔۔ یہ میرے لیے فتح اسٹفر ہے
لکھوں ایک تاریخ اس اعزاز کی ۔۔۔ کہ میرے لیے ہے جگہ ناز کی
سنیں وہ یہ تاریخ زیبائشی ۔۔۔ کہ اعزاز تاریخ فرمائشی

۱۹۳۸ء

سرورقِ بیاض جو حسن میاں کی دلہن کے لیے تیار کی گئی

کُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَاتُسْرِفُوْا

۱۳۵۷ھ

ضروری و پسندیدہ

۱۳۵۷ھ

نسخہ جات و تراکیب قلمی

۱۹۳۸ء

لاجواب اچار و چٹنی وغیرہ

۱۹۳۸ء

برائے دلچسپی عزیزی عصمت دلہن صاحبہ سلّمہا

۱۳۵۷ھ

بنتِ عالی مناقب مولنا الحاج عابد حسن فریدی ایم اے ایل ٹی

۱۹۳۸ء

پروفیسر اعلیٰ سینٹ جانس کالج

۱۳۵۷ھ

مرتب کردۂ حامد حسن قادری

۱۳۵۷ھ

بتاریخ ۸ ر جمادی الاولیٰ

۱۳۵۷ھ

بیاض میں پہلے ورق پر اور سرکہ کی چٹنی کے نسخے کے اوپر یہ تاریخیں درج ہوئیں

اس ''نمائش سرمایۂ تاریخی'' میں سب سے پہلی تاریخ قرآن مجید سے ایسی موزوں نکلی کہ داد طلب ہے اور سب سے آخری تاریخ میری ایجاد ہے کہ تاریخ وماہ لکھنے کا جو طریقہ رائج ہے اسی طرح لکھ کر (یعنی تاریخ ہندسے میں اور مہینہ لفظوں میں) سنہ نکالا ہے۔

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

۷۸۶

نَحمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰے رَسُولِہِ الوَسِیم الکرِیم

۱۹۳۸ء

مطابقِ کلامِ بدیع کُلُوا مِنْ طَیِّبَاتِ مَارَزَقنَاکُمْ

۱۳۵۷ھ

بحسبِ ارشادِ رسولؐ اللہ نِعْمَ الاِدَامِ الْخَلّ

۱۹۳۸ء

(ترجمہ)

حدیث مصطفوی ہے کہ سرکہ عمدہ سالن ہے

۱۳۵۷ھ

۹؍ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۷ھ کو اندراج کیا

۱۹۳۸ء

۷۸۶
۹۲

بِسمِ اللّٰہِ القَدِیر اَوَّلاً وَّاٰخراً

۱۳۵۷ھ

بذکر خدائے زباں آفریں

۱۹۳۸ء

؎اس تاریخ میں پہلے سے بھی زیادہ ندرت وجدت پیدا کی گئی ہے۔ یعنی تاریخ (۹؍) اور سنہ ہندسوں میں لکھ کر شمار کیا ہے اور طرفہ ایجاد یہ ہے کہ لفظ سنہ کے عدد (۱۱۵) اور ہجری کی (ھ) کے عدد (۵) بھی شامل کئے ہیں۔ اس صورت میں لامحالہ سنہ عیسوی نکالنا پڑتا۔ اس سے یہ فائدہ ہو گیا کہ مطابقت معلوم ہو گئی۔

یادگارِ غم آگیں

۱۳۵۷ھ

بر

لحدِ جناب مولوی محمدؒ ضیاء الاسلام صاحب

۱۳۵۷ھ

سابق پیش امام اول جامع مسجد شاہی آگرہ

۱۳۵۷ھ

ناظمِ مدرسہ وزبدۂ اراکینِ انجمنِ اوقاف

۱۹۳۸ء

(تاریخ پاکیزہ از آیۂ الہام)

۱۳۵۷ھ

اَلَّذِیۡنَ یَرِثُوۡنَ الۡفِرۡدَوۡسَ

پارہ ۱۸ مومنون ۱۹۳۸ء رکوع اول

ہدیہ از بندۂ بے کمال حامد حسن قادری پروفیسر سینٹ جانس کالج

۱۹۳۸ء

قطعۂ تاریخ

آہ علامہ ضیاء الاسلام حاجی و زاہد وصوفی و امام
کرگئے دارِ فنا سے پردہ جنت الخلد میں پایا ہے مقام
زُہد و تقویٰ میں شہیرِ آفاق لطف و اکرام میں ممتازِ انام

خدمتِ خلقِ خدا میں مشغول — دن ہو یا رات، سحر ہو یا شام
واسطہ حق سے تھا' حق سے واصل — کام مسجد کا تھا، مسجد میں قیام
جامعِ شاہیِ اکبر آباد — ان کی ممنون ہے تا روزِ قیام[1]
واگذاری میں ہوئے جو ساعی — تھے وہ مرحوم کے اعمامِ کرام
رحمتیں روح پر ان کی یارب — خلد کا سا ہو لحد میں آرام
ان کے مرقد پہ ہو صادق تاریخ — "منزلِ نورِ ضیاء الاسلام"

۱۳۵۷ھ

اَلَّذِیْنَ یَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ

۱۹۳۸ء

سالِ شمسی ہے بلفظِ الہام

۱۷/اپریل ۱۵/صفر کو امام صاحب کا انتقال ہوا۔ ۱۵/جولائی کو بفرمائش مولوی امام الدین صاحب بہاری مبلغ اسلام یہ تاریخیں مرتب کی گئیں اور پھر فریم کرا کے حکیم محمد حیات خان صاحب دہلوی کو دیدی گئیں کہ انجمن اوقاف کے دفتر میں آویزاں کردی جائیں۔

[1] قیامت

تاریخِ وفات

بر

لحدِ پاک پاکیزہ باطن مفتی محمدؐ اخلاص حسین مرحوم

۱۹۳۸ء

برخوردار سعید

۱۳۵۷ھ

حاجی مفتی الیاس حسین صاحب کرتپوری زاد اللہ اقبالہ

۱۹۳۸ء

اخلاص کی وفات کا صدمہ نہ پوچھئے غمدیدہ باپ کیلئے کوہ گراں ہے یہ
بیوی کا صدمہ تھا دلِ الیاس پر ابھی بچے کا غم نیا ستم آسماں ہے یہ
اتنا خیال بھی نہ کیا تو نے اے اجل نورِ نگاہ، راحتِ دل، جانِ جاں ہے یہ
تاریخ انتقال کی دل نے جو فکر کی رضواں پکارا، طائرِ باغِ جناں ہے یہ[1]

۱۳۵۷ھ

تاریخ کے پڑھنے سے ہو نہ کیوں تازہ الم بے اندازہ
تاریخ یہ اس تحریر کی ہے تحریرِ غمِ بے اندازہ

۱۹۳۸ء

از

فکرِ عاجز حامد حسن قادری، بچھرایونی، پروفیسر آگرہ

۱۹۳۸ء

[1] یہ مادہ تاریخ پہلے نظم کر چکا ہوں صفحہ ۳۶ پر درج ہے۔ ۲/ اگست کو مفتی الیاس حسین کا خط آیا کہ ۱۲/ جولائی ۱۳/ جمادی الاول کو بچہ کا انتقال ہو گیا تاریخوں کی ان کو جلدی تھی اور مجھے فرصت نہ تھی اس لیے پہلا مادہ ہی پھر موزوں کر کے ۳/ اگست کو بھیجدیا۔

تاریخ واقعہ عجیب

یہ تاریخ گذشتہ سال کی ہے۔ ترتیب میں اس مجموعہ کے دوسرے صفحہ پر درج ہونی چاہیے تھی۔ لیکن اس وقت باوجود تلاش کے دستیاب نہ ہوئی۔ یہاں تک لکھنے کے بعد یکایک کاغذات میں سے نکل آئی۔

واقعہ یہ تھا کہ ۲۸/مارچ ۱۹۳۷ء کو سہ پہر کے وقت یہ خبر اُڑی کہ ڈاکٹر ماشاء اللہ خاں مرحوم کی بڑی لڑکی کا اپنے ماموں کے گھر گاؤں میں انتقال ہو گیا۔ اس کی بچی اور بہنیں آگرہ میں اپنے بھائی اقبال کے پاس تھیں۔ گھر میں کہرام برپا ہو گیا۔ اس کا بھائی اقبال فوراً موٹر لاری لے کر گاؤں گیا کہ بہن کا جنازہ لا کر آگرہ میں دفن کرے۔ شام کو مغرب سے پہلے وہ واپس آیا اور کہا کہ بہن زندہ سلامت ہے۔ خبر مرگ غلط فہمی سے اُڑ گئی تھی۔ وہ غلط فہمی نہایت عجیب تھی۔ یعنی اقبال کی چھوٹی بہن اسی دن گاؤں سے واپس آئی تھیں بڑی بہن بھی آنا چاہتی تھیں لیکن اس کے ہوش وحواس درست نہیں ہیں اور کچھ بیمار بھی تھی اس لیے بہنیں اس کو نہ لائیں۔ ان کے روانہ ہونے کے بعد بڑی کو صدمہ کے سبب دورہ پڑ گیا۔ ماموں نے اپنے ملازم کو دوڑایا کہ اسٹیشن جا کر لڑکیوں کو واپس لے آئے لیکن جا چکی تھیں۔ اسٹیشن پر پنڈت راج ناتھ کنزرو رئیس آگرہ کے چچا موجود تھے۔ ان کا گاؤں اقبال کے ماموں کے گاؤں سے متصل ہے اور باہم تعلقات یگانگی ہیں۔ اس ملازم نے ان پنڈت جی سے اپنے آنے کا سبب بیان کیا۔ اب خدا جانے ملازم کو غلط فہمی تھی یا پنڈت جی کو ہوئی۔ بہرحال انہوں نے یہ سمجھا کہ لڑکی کا انتقال ہو گیا۔ اتفاق سے اسی وقت کوئی مال گاڑی اسٹیشن پر آ گئی۔ اگرچہ اس میں مسافروں کے جانے کا کوئی قاعدہ و جگہ نہیں ہوتی لیکن پنڈت جی کو بے قراری تھی کہ اقبال کو بہن کے مرنے کی خبر پہنچا دیں اس لیے انہوں نے اسٹیشن ماسٹر سے اجازت لی اور مال گاڑی میں آگرہ آ کر قاضی گلی میں اقبال کو خبر سنائی۔ ان کی غلط فہمی نے یہ حشر برپا کیا۔

میں نے اسی رات میں یہ تاریخ اور قطعہ کہا اور صبح کو نقل کر کے حکیم احیات خاں صاحب کو بھیجدیا۔ حکیم صاحب کو یہ قطعہ اس قدر پسند آیا ہفتوں اس کو روزانہ پڑھتے اور مزے لیتے رہے لیکن اتفاق سے پچھلے دنوں میں نے یہاں لکھنے کے لیے اُن سے یہ قطعہ مانگا تو انہوں نے بھی تلاش کیا لیکن نہ ملا۔

ناگاہ آمدہ خبرِ مُردنِ کسے از مُخبرے کہ داشت زرِ عقل ناسرہ
آرے، درست عقل چساں آیدش بدست کورا غذا نبود بجز دال یا ترہ
وارد ذکائے فہم ہماں کش بود غذا یا قورمائے مرغ و یا قلیۂ برہ
در سرِ خرد کہ داشت زراہ دہن بریخت روزے باہتمام چومی کرد غرغرہ
با[1] الّذِی یُوسوِسُ وارد قرابتے خود ظاہر است آن وتو پرسی مَن[2] اَخبرہ
منّت خدائے را کہ نبود آں خبر صحیح ظاہر بشد دروغ و خجل گشت مسخرہ
صد شکر، ہست زندہ و تادیر زندہ باد ۔ ہر زندہ گرچہ ہست پےِ مرگ رُو برہ

تاریخ شد درست چو قلبِ اجل[3] شکست
موقوف گشت مُردن و مسمار مقبرہ

۱۹۳۷ء

ا۔ الذی یوسوس فی صدور الناس (جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے) سے میری مراد شیطان ہے۔
۲۔ من اخبرہ۔ اس کو کس نے خبر دی؟

چمنِ لاجوابِ تاریخی

۱۳۵۷ھ

اشاعتِ سالنامہ مجلّۂ خیّام از لاہور

۱۹۳۸ء

زینتِ بوستانِ اردوئے معلّٰی

۱۳۵۷ھ

(۱)

نگار خانۂ چین است صفحہ صفحۂ آں　　ہم ابتدائش وہم انتہا نمائشِ حُسن
مُورخانہ رقم کرد کلکِ من سالش　　کہ سالنامۂ خیام با نمائشِ حُسن

۵۱۹ + ۸۳۸

۱۳۵۷ھ

(۲)

فیض لطیفِ مُنعمِ فیاض سے ہے یہ　　گلزارِ لطف، معدنِ انعام، بحرِ فیض
تاریخ اس اشاعتِ خاصِ جدید کی　　لکھدو کہ ''سالنامۂ خیام بحرِ فیض''

۱۹۳۸ء

تاریخِ وفات

جنابِ والا مرتبہ شیخ محمد وحید اللہ صاحب

۱۹۳۸ء

داروغہ پنشنر، ساکن نالہ چھیپل منڈی، آگرہ

(مرحوم کے داماد ڈاکٹر محمد ظریف صاحب کی فرمائش سے ۱۴؍ اگست کو کہی گئی)

وحید اللہ رئیسِ اکبر آباد الٰہی پائیں دائم راحتِ خُلد
سنا میں نے جو ان کا عزمِ فردوس کہی تاریخ: ''سیرِ جنّتِ خُلد''

۱۳۵۷ھ

بعد کو مرحوم کے فرزند قاضی صاحب کی فرمائش کے مطابق ذیل کے اشعار تفصیل حالات کے لیے اضافہ کئے گئے۔

ملے ان کو مراتب کی بلندی میسّر ہو انھیں ہر نعمتِ خُلد
نصیب ان کو ہو دیدارِ الٰہی انھیں حاصل سرور و بہجتِ خلد
بروزِ جمعہ وقتِ نصفِ شب تھا کہ دی آکر اجل نے دعوتِ خُلد
یکایک دل کی حرکت ہو گئی بند ہوا ناگاہ عزمِ رحلتِ خُلد
یہاں ہم اور درد و کربِ فرقت وہاں وہ اور عیش و عشرتِ خُلد

تاریخ وفات سیّد محمد نقی صاحب شادماں اُستادِ فارسی مدرسۂ عالیہ رامپور

تمبر ۱۹۳۸ء میں مولوی حاجی محمد فیاض الدین صاحب نے محمد نقی صاحب کی خبرِ وفات لکھی اور یہ لکھا کہ نقی صاحب کی غزل کا ایک مصرع ہے:
''شادماں بھی مرگیا اور اس کی میت بھی گئی''

اگر اس میں تاریخ نکل آئے تو بہتر ہے۔ چنانچہ فوراً یہ تاریخ ہو گئی

شادماں ہی کا ہے مصرع انکی تاریخ وفات مادّہ بھی ہاتھ آیا، میری زحمت بھی گئی
جہتِ تاریخ میں شامل ہے سارا رامپور شادماں بھی مرگیا اور اسکی میت بھی گئی

۴۴۹ ۱۴۸۹

۴۴۹

۱۹۳۸ء

تاریخِ وفات مولانا شوکت علی مرحوم رامپوری

مادہ تاریخ (شمع خاموش) سے مرزا غالبؔ کا وہ مشہور قطعہ یاد آگیا۔ جس کا پہلا شعر یہ ہے:

اے تازہ واردانِ بساطِ ہوائے دل زنہار اگر تمھیں ہوسِ ناؤ نوش ہے

چنانچہ غالب ہی کے اکثر مصرعوں پر مصرع لگائے اور ان میں ترمیم کرکے شعر اور مصرع نکالے۔ یہ قطعہ خیام لاہور اور دبدبۂ سکندری رامپور میں شائع ہوا۔

اے تازہ واردانِ بساطِ فلاحِ قوم زنہار اگر تمہارے دلوں میں بھی جوش ہے
ہر لمحۂ حیات کو کرنا ہے وقفِ کار یہ وقت بے نیازیِ فردا و دوش ہے
تم کو بھی حق کے واسطے رہنا ہے سربکف مومن ازل سے حق کیلئے سرفروش ہے
اس کی نظر میں ایک ہے سب مستی و خمار مینائے حبِّ قوم سے جو بادہ نوش ہے
ہر دردمندِ ملّت اسلام کے لیے لذّت میں زخمِ نیش بھی مانند نوش ہے
ایثار و جاں نثاریِ اسلاف دیکھ کر مجبورِ عقل بھی پے تسلیم ہوش ہے
دیکھو مسیحِ ملک و محمد علی کی شان جنکے کرم سے باغِ وطن سبز پوش ہے
تصویرِ جنگلی آج بھی ہے جنت نگاہ جن کا فسانہ آج بھی فردوسِ گوش ہے
انصاری اور فضل حسین اب کہاں اقبال سا وہ نغمہ سرا بھی خموش ہے
یا پہلے دیکھتے تھے کہ صہبائے درد سے ہر شخص نشۂ درد و مینا بدوش ہے
گل ہائے جوش و شوق سے تھا اک بساطِ دل دامانِ باغبان و کفِ گل فروش ہے
یا اب جو آکے دیکھئے محفل میں قوم کی نے وہ سرور و سوز نہ جوش و خروش ہے
شوکت علی کا دم تھا غنیمت سو تا کہاں راہیِ خلد قوم [illegible] ہے
داغِ فراقِ صحبتِ شب کی جلی ہوئی اک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خموش ہے
خاموش شمع سے جو نکلتا ہے سالِ نو غالب کا فیض اور عطائے سروش ہے

۱۳۵۷ھ

تاریخ وفات

بر

لحدِ عزیزہ فرخ جہاں بیگم صاحبہ مرحومہ

۱۳۵۷ھ

بنت یگانۂ آفاق کنور عبدالجمیل خاں صاحب

۱۹۳۸ء

رئیس فیضِ رسانِ دھرمپور

۱۹۳۸ء

تاریخ پاکیزہ از آیتۂ الہام

۱۳۵۷ھ

وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلَانَا فَانْصُرْنَا

۱۳۵۷ھ

آہ فرخ جہاں ترے غم میں تیرے گھر بھر کا حال کیا ہوگا
خانِ عبدالجمیل کے دل پر آسماں غم کا گر پڑا ہوگا
تیری ماں اور تیرے کنبے کو کیا قیامت کا سامنا ہوگا
آرزو تھی کہ تیری شادی کا جلد آغازِ سلسلا ہوگا
کیا خبر تھی کہ موت کا قاصد تیرا پیغام لاچکا ہوگا
ہوگی پرنور تیری تربتِ پاک اس میں باغِ جناں کھِلا ہوگا
ہو یہ تاریخ لوحِ مرقد پر قربِ خیر النسا ملا ہوگا ؎

۱۳۵۷ھ

؎ یہ تاریخ پہلے آچکی ہے یہاں مصرع نئے لگائے گئے ہیں۔ ڈاکٹر رحیم الدین صاحب قریشی کی فرمائش سے مرتب کی گئی۔

تاریخ وفات

برائے

لحدِ پاکِ واصل حق کلی شاہ وارثی قُدِّسَ سِرُّہُ العَزِیز

۱۹۳۷ء

ایک بزرگ قاضی منظور علی صاحب ساکن محلّہ رکاب گنج آگرہ نے (جن سے میری کوئی شناسائی نہ تھی) اس تاریخ کی فرمائش کی اور ایک پرچے پر شاہ صاحب مرحوم کا نام وغیرہ اور تاریخ وفات لکھ کر دے گئے میں نے اسی کاغذ پر قطعہ تاریخ لکھا اور اس کی نقل قاضی صاحب کو بھیجدی۔ وہ اس قطعہ کو واپس لائے اور فرمایا کہ اس میں ۱۳۵۷ھ نکلتے ہیں اور ان کا انتقال ۱۳۵۶ھ میں ہوا ہے میں نے عرض کیا کہ آپ کی تحریر میں ۱۳۵۷ھ درج ہیں۔ اسی کے مطابق تاریخ نکالی ہے۔ بہر حال میں نے دوسری تاریخ کا وعدہ کر لیا۔ پہلا قطعہ تھا:

پردہ کیا جو چشمِ جہاں سے تو کیا ہوا — ہر دل ہے جلوہ گاہِ کلی شاہِ وارثی
روشنگرِ قلوب رہیں گے جہان میں — انوارِ خانقاہِ کلی شاہِ وارثی
ارشاد و زُہد، عشقِ نبیؐ، اِتبَاعِ شرع — چاروں ہیں یہ گواہِ کلی شاہِ وارثی
نسلِ جہانیانِ جہاں گشت سے ہیں سب — اجدادِ عرش جاہِ کلی شاہِ وارثی
تھی دیوہ شریف کے عرفاں پناہ سے — عرفاں میں دستگاہِ کلی شاہِ وارثی
"ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق" — تھی راہِ عشق راہِ کلی شاہِ وارثی

صادق مزارِ پاک یہ تاریخ یہ ہوئی
پاکیزہ بارگاہِ کلی شاہِ وارثی

۱۳۵۷ھ

۶ نومبر ۱۹۳۸ء

پہلی تاریخ غلط ہونے کے بعد دوسرا قطعہ کہا۔ اس کے متعلق یہ عجیب واقعہ پیش آیا اور "یہ بات بھی ہے لکھنے کے قابل کتاب میں" کہ مصرعہ تاریخ کہہ کر قطعہ مرتب کر لیا۔ اس کے بعد پھر مادہ تاریخ کو جانچا تو پورے ۱۰ عدد زیادہ نکلے یا للعجب! ایسی غلطی کبھی نہ ہوئی تھی۔ دوسری بار صاحب فرمائش کلی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے پان اور چائے کا ذکر نظم کرنے کو کہہ گئے تھے۔ وہ بھی لکھ دیا تھا۔ وہ دوسرا قطعہ یہ ہے:

پردہ فرمانے سے حضرت کے خزاں چھائی ہے — فرّخ آباد کلی شاہ کے دم سے تھا چمن
ان کا سینہ حلبِ خُلق میں تھا آئینہ — بحرِ عرفاں میں دل پاک تھا اک دُرِّ عدن
بیٹھیے آ کے حضوری میں اگر دم بھر کو — گلِ الطاف کو بھر لیجئے دامن دامن
ساغرِ چائے تھا واں ساغرِ صہبائے کرم — بیڑۂ پان تھا واں حرزِ غم ورنج ومحن
نسل میں حضرتِ مخدومِ جہانگشت سے فیض — اور نسبت میں شہِ دیوہ سے دل تھا روشن
سید و صوفیِ صافی، مُتوکّل بخدا — بخُدا فیض کے دریا تھے، کرم کے معدن

فی الحجر نقش ہے یہ مصرع تاریخ وفات
لحدِ پاکِ کلی شاہ ہے رشکِ گلشن

۱۳۶۶ھ

۱۰ر دسمبر ۱۹۳۸ء

آخر یہ تیسرا قطعہ تیار کر کے قاضی منظور علی صاحب کی خدمت میں پیش کیا گیا لیکن اصل میں میں نے ٹال دیا۔ تاریخی مادے نئے نہیں۔ پہلے دوسروں کے لیے لکھ چکا تھا اور یہ قطعہ بھی پہلے قطعوں سے ہلکا ہے۔

صد حیف کہ دیدۂ جہاں سے　　پردہ فرما گئے ہیں ناگاہ
وہ صوفیِ صاف و پاک باطن　　وہ عارف حق نما کلی شاہ
مخدومِ جہانیاں جہاں گشت　　تھے نسل میں ان کے جدِ ذی جاہ
نسبت میں بھی ان کے مرشد و شیخ　　ذی جاہ کے تھے وارثِ حق آگاہ
گلزار تھا ان سے فرخ آباد　　پامالِ خزاں ہے وہ بہار آہ
تھے عاشقِ پان و شائق چائے　　اب ان میں مزہ نہیں ہے واللہ

تاریخ وصال ہیں یہ دونوں
المغفرۃ اور یغفر اللہ

۱۳۵۶　　۱۳۵۶

۲۴ ـ ۱۹۳۸ء

تاریخِ شفایابی مِس بالڈ پروفیسرِ انگلش سینٹ جانس کالج آگرہ

ایک انگلش لیڈی مس بالڈ ایم، اے ڈی لٹ ہمارے لاکج میں کئی سال سے انگریزی کی پروفیسر ہے۔ آغاز ۱۹۳۹ء میں اس کے ساتھ یہ دردناک سانحہ پیش آیا کہ ایک روز پروفیسر ایڈی اور مس بالڈ اور ایک دو اور پروفیسر اور بہت سے لڑکے آگرہ سے باہر کسی گاؤں میں سیر و شکار کو گئے۔ وہاں ایک درخت کے نیچے دری بچھا کر بیٹھے پھر اور سب لوگ شکار کے لیے چلے گئے۔ مس بالڈ تنہا رہ گئیں۔ اتفاق سے اسی درخت پر شہد کا چھتا تھا۔ مکھیاں یکایک منتشر ہوگئیں اور مس بالڈ سے لپٹ گئیں۔ انھوں نے دری اپنے اوپر لپیٹ لی لیکن دم گھٹنے لگا تو دری پھینک کر بھاگیں، لیکن شہد کی مکھیوں سے کہاں بچ سکتیں تھیں۔ بہتیرا چیخیں چلائیں کسی تک آواز نہ پہنچی۔ مکھیوں نے کاٹ کر اس قدر سُجا دیا کہ حلیہ بگڑ گیا۔ بیہوش ہوگئیں۔ آخر ان کے ساتھی واپس آگئے اور ان کو شہر میں لا کر شفاخانے میں داخل کر دیا۔ زہر اس قدر اثر کر گیا تھا کہ ہفتوں موت و حیات کی آویزش رہی۔ آخر جان بچ گئی۔ صحت یاب ہوگئیں۔

۷ار مارچ ۱۹۳۹ء جمعہ کو مسٹر فضل الدین اثر ایم، اے نے کالج میں مجھ سے کہا کہ آج سہ پہر کو مس بالڈ کی صحت یابی کا جلسہ ہے۔ آپ بھی شریک ہوں۔ مین نے جمعہ کا عذر کیا اور فی البدیہ یہ قطعہ تاریخ کہہ کر ان کو دے دیا کہ میری طرف سے پڑھ دیں۔

صحتِ مس بالڈ پر کہتے تھے سب ۔۔۔ یہ بھی کیا اللہ کی قدرت ہے واہ
ایکؔ نے اٹھ کر کہی تاریخ یہ ۔۔۔ تندرستی بھی بڑی نعمت ہے واہ

۱۹۴۰
ا۔
۱۹۳۹

تاریخ وفات

آسودۂ مزار پاک منشی محمد خلیل الرحمٰن صاحب

۱۹۳۹ء

تاریخ از کلام ازلی

۱۳۵۸ھ

وَلَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُؤْمِنِينَ

۱۳۵۸ھ

بود یا خلیل اللہ حشر خلیلے

۱۹۳۹ء

منشی خلیل الرحمٰن صاحب مشہور مصنف تھے۔ لاہور میں ریلوے میں ملازم تھے۔ ختم ملازمت کے بعد اپنے منجھلے صاحبزادے محمد نعیم الرحمٰن صاحب ایم، اے پروفیسر الہ آباد یونیورسٹی کے ساتھ رہتے تھے۔ میں ان کے نام و تصانیف سے پہلے سے واقف تھا، پھر الہ آباد میں چند بار ملاقات ہوئی۔ بڑے باوضع، پرہیزگار، خوش اخلاق بزرگ تھے۔ الہ آباد میں انجمن عربی قائم کی تھی اس کے چندے سے عربی کے طلباء کو وظیفے دیتے تھے۔ متعدد کتابوں کے مترجم و مولف تھے۔ جن میں سب سے پہلے ایک انگریز مصنف کی مشہور تصنیف عائشہ کا ترجمہ کیا۔ جو نہایت مقبول ہوا۔ پھر ایک امریکی مصنف کی تاریخ اسپین کا ترجمہ اخبار الاندلس کے نام سے تین ضخیم جلدوں میں کیا۔ مارچ ۱۹۳۹ء میں الہ آباد سے لکھنو گئے تھے۔ مولوی ظفر الملک کے ہاں چائے پیتے پیتے دل کی حرکت بند ہوگئی۔

تاریخ وفات

برائے

لحدِ صالحہ خاتون عرف اَنُّو مرحومہ

۱۹۳۹ء

عشرت کا تصور بھی ہے محرومِ سکوں | مرنے سے ہے اس کے دل کی دُنیا "پلپٹ"
تاریخ ودعا ہے لوح مرقد کے لئے | جنت ہو اُسے نصیب کروٹ کروٹ

۱۹۳۹ء

انو مرحومہ حکیم محبوب حسن بچھرایونی کی لڑکی تھی۔ عشرت خالہ اہلیہ مولوی قیام الدین احمد صاحب مرحوم نے اس کو بچپن سے پالا تھا۔ دو سال ہوئے محمد طیب فرزند مولوی طفیل احمد صاحب قبلہ سے اس کی شادی کی۔ شادی کے بعد اس کو اپنے ساتھ حج کے لیے لے گئیں۔ سنا ہے کعبہ شریف میں مرحومہ نے عشرت خالہ سے پہلے اپنے مرنے کی دعا کی تھی۔ حج سے آکر اس کے بچہ ہوا اور اسی علالت میں یکا یک وفات پائی۔ عشرت خالہ اور مولوی عبد السلام کی فرمائش سے ۹؍ گست ۱۹۳۹ء کو یہ قطعہ لکھ کر پہنچایا تھا۔ عشرت کے لفظ میں ایہام تھا۔ اس کی مجھے کوئی رسید نہ ملی۔ فروری ۱۹۴۱ء میں عشرت خالہ نے اس کے علاوہ اور تاریخوں کی فرمائش کی۔ چنانچہ یہ قطعے لکھ کر بھیج دیے۔

پس از حج وزیارت کر و رحلت | بہشتے قسمت او باد الٰہی
وہ تھی نیکدل حاجیہ صالحہ | روانہ بہشت بریں کو ہوئی
غم دنیا سے پا کے آزادی | شاد انو ہے باغ جنت میں

رقم سال وفاتش کرد حامد | منور تربت او باد الٰہی ۱۳۵۸ھ
یہ از روئے الہام سال وفات | لکھا داخل خلد انو ہوئی ۱۳۵۸ھ
ایک مصرع میں دو ہیں تاریخیں | "نور تربت میں" "حور خدمت میں" ۱۳۵۸ھ ۱۳۵۸ھ

۱۳۵۸ھ

۶؍ ربیع الثانی ۲۶؍ مئی کو جمعہ کے روز انتقال ہوا۔

تاریخِ طوفان بارش آگرہ

۱۵ر ستمبر ۱۹۳۹ء روز جمعہ ۳ بجے سہ پہر سے ۱۷ر ستمبر اتوار کی صبح تک تقریباً مسلسل بارش اس قدر شدت سے ہوئی کہ ہزاروں گھر اور خاندان کے خاندان تباہ ہوگئے۔ بارش رکنے کے بعد بھی مکانات کے گرنے اور لوگوں کے دب کر مرنے کی واردات دوشنبہ و سہ شنبہ تک ہوتی رہیں۔ ۱۹ر ستمبر کو میں نے یہ قطعہ تاریخ کہا۔

غضبِ ناگہانی

۱۹۳۹ء

عجب وقت آپڑا ہے آگرے پر — قیامت کا سماں ہے آگرے میں
غضب نازل ہوا ہے آگرے پر — اجل کا سامنا ہے آگرے کو
مُسلّط اک بلا ہے آگرے پر — بشکلِ ابر و باراں تین دن سے
بڑا سخت اِبتلا ہے آگرے پر — بشکلِ خوف وجوع و نقصِ اموال
کھنچی تیغِ قضا ہے آگرے پر — ہوا ہے سیکڑوں جانوں کا نقصان
کھلا بابِ فنا ہے آگرے پر — ہزاروں ہوگئے ہیں خانہ برباد
ستم زا ہوگیا ہے آگرے پر — سن اُنتالیس کا ماہِ ستمبر
نحوست کی گھٹا ہے آگرے پر — سنیچر نے دکھائی اپنی تاثیر

کوئی پوچھے جو تاریخ اس کی حامد
کہو۔ قہرِ خدا ہے آگرے پر

۱۳۵۸ھ

تاریخ وفات

بر

لحدِ پاکیزہ باطن جناب محمد نذیر صاحب

۱۳۵۸ھ

مرحوم کے فرزند محمد شریف خاں بی اے طالبعلم ایم اے فارسی
کی فرمایش سے لکھی گئی

چو رفت روح محمد نذیرؒ رضوان گفت — بیا بیا کہ بروے تو وادرِ خُلد است
ندا رسید ز ہاتف برائے سال وفات — نذیر داخلِ بزم منور خُلد است

۹۶۰ + ۹۷۹ = ۱۹۳۹ء

برائے

لوحِ قبر پاکیزہ طینت سراج فاطمہ مرحومہ

۱۳۵۸ھ

(ہمشیرہ محمد شریف خاں)

بہارِ عمر و جوانی اگرچہ آخر شد — خدائے او کند ارزانیش بہارِ بہشت
بلوحِ مرقدِ او ثبت گشتہ ایں تاریخ — سراج فاطمہ داخل بہ جلوہ زارِ بہشت

۳۹۹ + ۹۵۹

۱۳۵۸ھ

تاریخِ عزل

۱۹۳۹ء

(۱)

عہدے سے معزول ہوئے حافظا　　خوب ہوا، تھا بھی بڑا خرخشا
کی جو طلب یاروں نے تاریخِ عزل　　میں نے کہا۔ تَنزِعُ مِمَّن تشَا

۱۳۵۸ھ

[فائدہ: مسودے میں پہلے مصرعہ کے آخری لفظ نہیں پڑھے جا سکے۔ انہیں صرف اندازے سے پورا کیا ہے۔ ۱۲]

(۲)

وُزرائے کانگریس میں سے مجھے حافظ محمد ابراہیم صاحب وزیر رسل و رسائل کی ذات سے بہت دلچسپی ہے اس لیے کہ وہ آج سے ۳۰ سال قبل میرے اسکول فیلو رہ چکے ہیں ان کو بھی وزارت سے مستعفی ہونا پڑا۔ ان کے لیے یہ قطعہ لکھا گیا۔

عہدے کا غم فراق اب کیا　　تھی قوم سے سرکشی بڑی بھول
ہے دردِ فراق سے یہ تاریخ　　حافظ بھی گئے ہیں چوکڑی بھول

۵۸۹　　۱۳۵۰

۵۸۹

۱۹۳۹ء

سِلکُ التَّواریخ

۱۳۵۸ھ

بسم اللّٰہ علاّم الغُیُوب

۱۳۵۸ھ

وَاللّٰہُ غفُور

۱۳۵۸ھ

تحریرِ غم آگیں

۱۹۳۹ء

بر

وفاتِ غم آیات

۱۹۳۹ء

صاحبزادہ سیّد محمود حسین شاہِ جنّت مقام

۱۳۵۸ھ

بَرَّدَاللّٰہُ الوَاسِعُ مَضجَعَہٗ

۱۳۵۸ھ

نگارشِ خاکسار حامد حسن قادری

۱۹۳۹ء

۵رر مضان المبارک ۱۳۵۸ھ مطابق ۱۹/اکتوبر ۱۹۳۹ء کو بروز پنجشنبہ صاحبزادہ صاحب نے علی پور شریف میں بعارضہ درد قولنج ناگہاں رحلت فرمائی۔ اتفاق سے خاکسارِ راقم اور عابد حسن فریدی اور ظہیر عالم چشتی وہاں حاضر تھے۔ صاحبزادہ مرحوم ہمارے حضرت قبلہ عالم شہنشاہ علی پوری ارواحنا فداہم کے بڑے بھائی صاحب حضرت شاہ سید نجابت علی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے فرزند اصغر تھے۔ حافظ اور جوان صالح تھے۔ ۲۳ سال کی عمر ہوگی دو تین سال شادی کو ہوئے تھے میں نے واپس آگرہ آکر تاریخیں مرتب کر کے رسالہ انوار الصوفیہ' سیالکوٹ میں شائع کرائیں۔

(۱)

وفاتِ شاہِ محمودِ حسین ایسی قیامت ہے
نہ پہنچیں گرد کو اسکی' اگر سو حشر برپا ہوں

نہ کیوں اس حادثہ سے اہل عالم ہوں فغاں برلب
نہ کیوں دل صرفِ شیون ہوں نہ کیوں سر وقفِ سودا ہوں

نہ کیوں مطلوب ہوں سب کے' نہ کیوں محبوب ہوں رب کے
جو صالح اور خوشخو ہوں' جواں ہوں اور رعنا ہوں

نہ کیوں ایسے ہوں جو ہوں نورِ چشم قبلہ عالم
جو حُسنِ خُلق و حُسنِ خَلق میں بے مثل و یکتا ہوں

جو ہوں جانِ نجابت بھی' جو ہوں شان سیادت بھی
جو گھر میں آنکھ کی پُتلی ہوں اور نیکی کا پُتلا ہوں

لکھے کیا قادریِ دل شکستہ اب بجز اس کے
کہ تاریخ و دُعا ہے۔ خُلد میں آرام فرما ہوں

۱۳۵۸ھ

(۲)

آہ صاحبزادہ محمودِ حسیں — داغِ فرقت ناگہاں دے جائیں یوں
درد قولنج ایسا کیا تھا لاعلاج — جس سے حاصل ہو نہ سکتا تھا سکوں
لیکن اس کی تھی مشیت اور کچھ — حکمتیں جس کی ہیں بے چون و چگوں
چوں اجل آید طبیب ابلہ شود — درد میگردد ز درماں ہم فزوں
یاد آیا قول اِذا جاءَ اَجَل — ہو گئی تاریخ۔ لاَ یَستَاخِرُون

۱۳۵۸ھ

اعوذ باللّٰہ و بسم اللّٰہِ المَلک العزیز الحمید

۱۳۵۸ھ

تواریخِ ارتحالِ جانگزا

۱۹۳۹ء

بر

تربتِ عارفہ

۱۳۵۸ھ

یعنی

اہلیۂ مکرّمۂ جناب سیّد مُحتاج صاحبزادہ نور حسین شاہ صاحب قبلہ علی پوری زاد مجدہٗ

۱۹۳۹ء

رَضِیَ عَنہا اللّٰہُ الحیُّ السبُّوح

۱۳۵۸ھ

وفات اہلیہ قبلہ شاہ نور حسین
دلوں کو کیوں نہ غم و رنج و درد سے بھر دے
ہوا وہ صدمہ بشیر و سعید و صوفیہ کو
گلا کے موم جو پتھر کے دل کو بھی کر دے
بشیر و انور و اختر، نذیر و حیدر و نذر
ہیں بیقرار، انھیں تسکیں خدائے داور دے
اجل کے دل سے یہ نکلی دعائے تاریخی
الٰہی ان کو جوار شفیعِ محشر دے

۱۳۵۸ھ

شوال ۱۳۵۸ھ میں انتقال فرمایا۔ دسمبر ۱۹۳۹ء کے انوار الصوفیہ میں یہ تاریخیں شائع ہوئیں۔

تاریخ وفات

کعبۂ دیں مولوی عبدالحفیظ اَنارَاللّٰہُ بُرھانَہٗ

۱۳۵۸ + ۵۸۱

۱۹۳۹ء

جناب محترم مولوی عبدالحفیظ صاحب عتیقی علی گڈھی میری اہلیہ کے حقیقی ماموں تھے۔ ۱۳؍ شوال ۲۵؍ نومبر کو بروز شنبہ انتقال فرمایا۔

پاک باطن مولوی عبدالحفیظ — پائیں یا رب قصر اعلےٰ خلد میں
تھی طبیعت ان کی وہ باغ و بہار — تھے وہ دنیا میں بھی گویا خلد میں
حشر میں زیر لوائے حمد ہوں — اور سر پر ظلِ طوبیٰ خلد میں
پہنچے ہیں چشم تصور میں لیے — گنبدِ پُرنورِ خضرا خلد میں
دیکھ کر ان کو کہیں حور و ملک — آگئے شیدائے مولا خلد میں
آگئے وہ عاشقِ آلِ رسول — وہ فدائے شاہ طٰہٰ خلد میں
تھا نسب میں فیضِ صدیقؓ عتیق — ہاتھ آئے دامن اُن کا خلد میں
حامد اب وہ گنجِ مرقد میں کہاں — ہوں تو یا طیبہ میں ہوں یا خلد میں
سالِ ہجری ان کی لوحِ قبر پر — لکھیے۔ ہوں آرام فرما خلد میں

۱۳۵۸ھ

ہے یہ سالِ عیسوی بھی با دلیل — جاں نثارِ شاہِ بطحا خلد میں

۷۴ — ۱۹۳۹ء

تاریخِ وفات

مکینِ آرام گاہِ جاوید مولوی طفیل احمد صاحب قبلہ رحمتہ اللہ علیہ

۱۳۵۸ھ

طفیل احمد خوش سیَر۔ سال گفتم چو دادہ بہشتش عطائے الٰہی
نوشتم سرِلوح ۱۳۵۸ سالِ دگر ہم مکینِ مقامِ رضائے الٰہی

۱۳۵۸ھ

"دو تاریخ یکجا افزودہ"

۱۳۵۸ھ

طفیل احمد و عبدالحفیظ عالی جاہ
کریم نفس تھے، پاکیزہ خو، نفیس مزاج

یہ دونوں ہمسر و ہمزلف وہم خیال بھی تھے
اور ایک ساتھ گئے سوئے خالقِ وہاج

بس ایک دن کے پس وپیش سے ہوئی رحلت
علی گڈھ اور کرتپور ہوگئے تاراج

بطرزِ نو یہ جدا و بہم ہیں تاریخیں
نہ تھا قدیم سے اس فن میں اس طرح کا رواج

ہوے جو ختم جنابِ طفیل احمد کل

۱۳۵۸ھ

جناب مولوی عبدالحفیظ صاحب آج

۱۳۵۸ھ

تاریخ وفات
بلقیس فاطمہ صاحبہ اہلیۂ پاکباطن رحیم الدین صاحب قریشی گنّوری

۱۹۳۹ء

ڈاکٹر رحیم الدین صاحب قریشی (ہومیوپیتھ) کی یہ چوتھی بیوی تھیں)

ذٰلِكَ تَقْدِيرُ اللّٰهِ الْبَاسِطِ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ

۱۹۳۹ء

عجب جانگزا ہے غمِ اہلیہ — الٰہی یہ اک آن میں کیا ہوا
بیاں سے ہے عاجز زبانِ قلم — قریشی کے دل کو جو صدما ہوا
یہ حامد نے لکھا ہے سال وفات
اُسے قُرب خیرُ النسا کا ہوا

۱۳۵۸ھ

۲۹/ نومبر ۱۹۳۹ء کو لکھی گئی

تاریخ تہنیت عید الفطر برائے ممبران مسلم برادری، آگرہ
قائم شدہ ۱۹۳۸ء

عزیزی زاہد حسن فریدی و خالد حسن قادری وغیرہ نے نوجوان مسلم طلباء میں جذبات اخوت و ہمدردی پیدا کرنے اور احکام اسلام پر عمل کرنے کی ترغیب دینے کے لیے "مسلم برادری" قائم کی ہے۔ عید کے موقع پر مبارکباد کے کارڈ چھپوانے کے لیے یہ قطعہ زاہد کی فرمائش سے کہا گیا اور چھپوا کر تقسیم کیا گیا۔

تحفۂ تہنیت

۱۳۵۸ھ

خدا کا کرو شکر ادا بھائیو   کہ پھر جشنِ عشرت کی تجدید کی
دعا بھی ہے یہ اور تاریخ بھی   مبارک خوشی دائمی عید کی

۱۳۵۸ھ

۸ر نومبر ۱۹۳۹ء کو لکھا گیا

ایضاً

اتفاق سے اس تاریخ عید میں ذرا سی ترمیم سے آئندہ سال کی تاریخ نکل آئی اور خیال آیا کہ انشاءاللہ آئندہ بھی مسلم برادری کے لیے تاریخ لکھنی ہوگی۔ اس کے لیے ۸؍۹ر نومبر ۳۹ء ہی کو مصرع لگا کر لکھ رکھے۔ چونکہ مجھے قافیہ پیمائی کا شوق ہے اس لیے بے ضرورت طویل قطعہ کہہ لیا۔ جس میں سے عیدالفطر ۱۳۵۹ھ کے موقع پر صرف اول و آخر دو شعر کارڈ پر چھپوا کر تقسیم کیے گئے۔

تہنیت بہجت عید

۱۳۵۹ھ

سمجھتا ہے سب نعمتوں سے سوا   مسلمانِ صائم خوشی عید کی
جلیل الفضائل ہے روزوں کا فیض   جمیلُ العظائم خوشی عید کی
مہین شعائر ہے دن عید کا   بہینِ عزائم خوشی عید کی
مناؤ مگر مومنوں کی طرح   نہ مثلِ بہائم خوشی عید کی

مسلمان ہے محوِ فِسق و فجور، ہے صرفِ زمانہ خوشی عید کی
خدا نفس دے مطمئنہ ہمیں، ہمیشہ ہو قائم خوشی عید کی
ٹھکانے نہ ہو دل تو دیکھے گا کیا پریشاں وہائم خوشی عید کی
دکھائے وہ بیداریِ دل کے ساتھ کہ کیا جانے نائم خوشی عید کی

یہ تاریخ ہے ہدیۂ تہنیت
مبارک ہو دائم خوشی عید کی

۱۳۵۹ھ

تاریخ وفات

عارفی بیگم صاحبہ اہلیہ پاک سیر جناب محمد یوسف خان صاحب

۱۹۳۹ء

اہلیہ خانِ بہادر رسید در چمنِ رحمت جان آفریں
گفتہ ام این سالِ قضا با کمال اُزلِفتِ الجَنَّةُ لِلمُتَّقِینَ

۱۲۶۷
۹۱
۱۳۵۸ھ

خان بہادر محمد یوسف خان صاحب ڈپٹی کلکٹر (ریٹائرڈ) کی اہلیہ کا انتقال ۱۸/ذیقعدہ ۳۰/دسمبر کو ہوا۔ ۴/جنوری ۱۹۴۰ء کو ان کی فرمائش سے اوپر کی تاریخیں کہی گئیں۔ اس کے ساتھ ہی ڈپٹی صاحب نے اپنی والدہ کی تاریخ کی فرمائش کر دی جن کا انتقال ۷/شعبان ۱۳۵۵ھ ۲۴/اکتوبر ۱۹۳۶ء کو ہوا تھا۔ چنانچہ ذیل کی تاریخیں بھی اسی وقت مرتب کر دی گئیں۔

بلقیس جہاں آغائی بیگم

۱۳۵۵ھ

بنت زبدۂ اقلیم جناب آغا حسن جان دہلوی

۱۹۳۶ء

وفاتِ زوجۂ اسحاق و مادرِ یوسف دلوں کو کیوں نہ غم و رنج و درد سے بھر دے
یہ سال رحلت آغائی بیگم اے دل لکھ الٰہی ان کو جوارِ شفیعِ محشر دے

۱۳۵۵ھ

سرلوحِ مزارِ او نوشتم کہ بلقیس جہاں آغائی بیگم

۱۳۵۵ھ

تاریخ وفات محمد وسیع عرف بنّو ابن حاجی محمد رفیع مالک مطبع مجیدی کانپور

حافظ احمد اللہ صاحب تاجر چرم کانپور سے میرے خاص تعلقات ہیں۔ مرحوم نوجوان ان کے سالے کا لڑکا تھا۔ عین عید کے دن ۱۰؍ذی الحجہ ۱۳۵۸ھ کو یکایک انتقال کیا۔ حافظ صاحب کی فرمائش سے یہ تاریخ کہی گئی جو مرحوم کے مجموعہ تعزیت نامہ میں شایع ہوئی:

سرنامۂ تربت

۱۳۵۸

وسیع ازل سے یہ قسمت ترے حوالے کی حوالے جان کرے تو اجل کو عید کے دن
تو اپنی ہم نے بھی راحت ترے حوالے کی حوالے کر کے چلا تو جو ہم کو غم اپنا
ندا جو دی تجھے رضواں نے ''ہے وہی تاریخ
جزا اے خُلد کی نعمت ترے حوالے کی

۱۹۴۰ء

تاریخِ وفاتِ فرزندِ نوجوان منشی سعید احمد صاحب مارہروی

منیجر شعیب محمدیہ ہائی اسکول آگرہ

منشی احمد اللہ صاحب پیشکار کی فرمائش سے لکھی گئی اور انھیں کا نام نظم کر دیا گیا

منشی سعید احمد مارہروی کو آہ — یہ غم ملے تو کیا ہو جو ٹکڑے جگر نہ ہو
لکھی یہ احمد اللہ نے تاریخِ انتقال — یارب کسی کو صدمۂ نور نظر نہ ہو

۱۹۴۰ء

(۱۷ مارچ ۱۹۴۰ء کو لکھی گئی)

تواریخِ طبع میلادِ شہید منظوم مرتبہ مفتی انتظام اللہ صاحب

شہابی صدیقی

مفتی صاحب نے مولانا غلام امام شہید رحمۃ اللہ علیہ کا اردو نعتیہ کلام کتاب میلاد وغیرہ میں سے جمع کر کے چھپوالیا۔ ان کو تاریخوں کا بہت شوق ہے اور یہ خدمت مجھ سے لیتے ہیں۔ جیسا کہ آئندہ تاریخوں سے معلوم ہوگا۔ یہ تاریخیں مجموعہ مطبوعہ میں درج ہوئیں۔

(۱)

نظمِ میلاد کا ہے اک اک شعر — یادگارِ شہیدِ عشقِ رسولؐ
لکھی تاریخِ طبع حامد نے — لالہ زارِ شہیدِ عشقِ رسولؐ

۱۳۵۹ھ

(۲)

انتظام اللہ صدیقی مرتب کردہ است — عاشقانِ کلّیاتِ نعت را باشد نوید
سالِ طبعِ نظمِ اردوے شہید آمد زغیب — ہم مے نظمِ شہید و ہم گلِ نظمِ شہید

۱۳۵۹ — ۱۳۵۹

(۳)

اگر چاہیئے سالِ طبعِ جدید
تو کہدو۔ تصانیفِ نظمِ شہید
۱۹۴۰ء

۴ر مئی ۱۹۴۰ء

تاریخ وفات حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدّث دہلویؒ

دو سو برس پہلے کے واقعہ کی تاریخ میرے قلم سے عجیب بات ہے۔ لیکن یہ بھی مفتی انتظام اللہ صاحب کے شوق مفرط کا نتیجہ ہے۔ انہوں نے رسالہ پیشوا دہلی کا ولی اللہ نمبر مرتب کیا اور مجھ سے تاریخیں لکھوا کر اس کے پہلے صفحے پر چھپوائیں۔ تاریخ کہتے وقت مجھے خیال آیا کہ حضرت شاہ صاحبؒ کے فرزند رشید حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کی تاریخ وفات حکیم مومن خان دہلوی نے عجیب صنعت سے کہی تھی۔ چنانچہ میں نے بھی اسی صنعت میں تاریخ کہی۔ میں ایسی تاریخیں پہلے بھی چند بار لکھ چکا ہوں۔ لیکن سچ یہ ہے کہ میری کسی تاریخ کو مومن خاں کی اس تاریخ سے کوئی نسبت نہیں۔

دست بیداد اجل سے بے سروپا ہوگئے فقر و دیں، فضل و ہنر، لطف و کرم، علم و عمل
۱۲۳۹ھ

(۱)

شاہِ ولی اللہ فقیہِ زماں برہمہ ارباب وَرَع داشت فوق
بے سروپا گشت ز دستِ اجل فضل و کرم + علم و عمل + فقر و ذوق
ض ر ل م ق و
۶+۱۰۰+۴۰+۳۰+۲۰۰+۸۰۰
۱۱۷۶ھ

(۲)

عین کرم و فضل چو ذاتش آمد
ہم فضل و کرم سال و فاتش آمد

۱۱۷۶ھ

سال وفات منشی احمد اللہ برنی

۱۳۵۹ھ

منشی احمد اللہ صاحب پیشکار بلند شہر کے رہنے والے تھے۔ برن اسی شہر کا پہلا نام ہے۔ ان کے حقیقی بھائی نے فرمائش کی تھی کہ تاریخ وفات میں برنی کا لفظ بھی آجائے۔ اتفاق سے عنوان لوح مزار نہایت بیساختہ نکل آیا۔ منشی صاحب کو تاریخوں کا بہت شوق تھا۔ اپنی بیوی کی تاریخ بھی نکلوائی تھی اور لوگوں کو میرے پاس تاریخ کی فرمائش کے لیے لاتے یا بھیجتے تھے۔ چھوٹے چچا میاں مولوی محمد محسن صاحب فاروقی قبلہ رحمتہ اللہ علیہ سے منشی صاحب کے بڑے تعلقات تھے۔ ۱۷ر جولائی ۱۹۴۰ء مطابق ۹ر جمادی الثانی ۱۳۵۹ھ کو بروز چہار شنبہ طویل علالت کے بعد کٹرہ حاجی حسن آگرہ میں انتقال کیا۔ قبرستان پیر گیلانی میں چچا میاں مرحوم کی قبر کے پاس منشی صاحب ان کی بیوی اور بیٹے کی قبریں ہیں اور سب پر میرے لکھے ہوئے قطعات درج ہیں۔

روح پر ان کی رہے انوار رحمت کا نزول
ان کے استقبال کو کھل جائیں سب ابواب خلد

یوں کہیں باہم ملائک سن کے رحلت کی خبر
لکھدو۔ منشی احمد اللہ داخل ارباب خلد

۵۱۹ + ۸۴۰

۱۳۵۹ھ

تاریخ وفات محمد حفیظ پسر ثانی منشی احمد اللہ مرحوم

منشی صاحب کی وفات کو ۲ ماہ نہ گذرے تھے کہ ۱۷ ستمبر ۴۰ء کو ان کے بیٹے نے بھی رحلت کی۔

باپ کے سامنے ہی تھے گویا اپنی تیاری سفر میں حفیظ
یہ لحد سے نکلتی ہے تاریخ سوتے ہیں پہلوے پدر میں حفیظ

۱۹۴۰ء

سال وفات حاجی ماسٹر نواب دین نقشبندی

۱۹۴۰ء

غَفَرَلَہُ الْاَحَد

۱۳۵۹ھ

آرمی کنٹریکٹر والاشان

۱۹۴۰ء

عاشقِ شیدا شہنشاہِ علی پوری کے تھے
کیوں نہ حاصل ہو انہیں قصرِ بریں فردوس میں
قادری نے یہ لکھا سالِ وفاتِ ناگہاں
پاک باطن ماسٹر نوابِ دیں فردوس میں

۱۳۵۹ھ

از

طبع عجز آگیں حامد حسن قادری نقشبندی جماعتی کانَ اللہَ لہٗ

۱۹۴۰ء

ماسٹر نواب دین صاحب مرحوم فوجی ٹھیکہ دار اور کسی پلٹن کے ساتھ ملحق تھے۔ فوجی وردی اور دیگر ضروریات فوج مہیا کرتے تھے۔ کلکتہ میں عظیم الشان درزی خانہ قائم ہے۔ اعلیٰ حضرت قبلہ عالم روحی فداہم کے قدیم جان نثار تھے۔ حضرت بھی بڑا کرم فرماتے تھے، ایک بار علی پور شریف میں اپنا پیراہن مبارک اتار کر ماسٹر کو مرحمت فرمادیا۔ ماسٹر صاحب کسی ضرورت سے ۲۲ر مئی ۱۹۴۰ کو اپنے وطن سیالکوٹ آئے تھے۔ ۲۳ر مئی ۱۴ر ربیع الثانی کو پنجشنبہ کے روز عصر کے وقت یکایک دل کی حرکت بند ہو گئی۔ جمعہ کو صبح حضرت کو اطلاع دی گئی۔ حضرت نے فوراً موٹر میں سفر فرمایا اور نماز جنازہ پڑھی۔ میں بھی اتفاق سے وہاں تھا۔ سیالکوٹ بھی گیا۔ بڑے صاحبزادہ صاحب قبلہ دامت برکاتہم کے ارشاد سے ۲۷ر جولائی کو یہ تاریخیں کہیں اور انوار الصوفیہ میں چھپوائیں۔

تواریخِ الم ناک

۱۳۵۹ھ

برلحدِ عزیز محبوب احمد ابن منشی سعید احمد مارہروی

۱۳۵۹ھ

کیا یہی طورِ میزبانی ہے؟ ہم سے تو اے فلک نگاہ ملا
جو ترے زیرِ سایہ آکے بسا وہ ترے ہاتھ سے تباہ ملا
ہر قدم پر یہاں لگی ٹھوکر ہر جگہ ڈوبنے کو چاہ ملا
غم فزا دن سے بڑھ کے رات ملی رات سے بڑھکے دن سیاہ ملا
یاس غم خوارِ درد مند ملی دردِ دل سوزِ داد خواہ ملا
حال منشی سعید احمد کا آہ سب سے سوا تباہ ملا
تجھکو سارے جہان میں اے چرخ ہدفِ غم یہ بے گناہ ملا
جو لگی چوٹ لاعلاج لگی جو ملا درد بے پناہ ملا
ایک کے بعد دوسرا بیٹا جانبِ خلدِ رو براہ ملا
آہ محبوب نے بھی داغ دیا کیا محبت کا اُجر واہ ملا
جس پہ اکیس سال کا تھا ریاض یہ ثمر اس سے کر کے چاہ ملا
غم سے جب آہِ آتشیں نکلی سوزشِ دل کا اک گواہ ملا
لکھئے تاریخ لوحِ مرقد پر دوسرا داغ آہ آہ ملا

۱۳۵۹ھ

تواریخ

غم تازۂ وفات

۱۹۴۰ء

عالی مناقب مولانا الحاج سید علی احسن احسنؔ مارہروی اَنَارَ اللّٰہُ بُرھَانَہ

۱۳۵۹ + ۵۸۱ = ۱۹۴۰ء

ازافکار پریشان حامد حسن قادری

۱۳۵۹ھ

(۱)

راہیِ جنت ہوے احسنِ مارہروی — ہوگئی رونق بڑی انجمنِ خُلد میں
حافظ و حاجی بھی تھے، عالم و صوفی بھی تھے — ہوتے نہ کیوں آپ بھی انجمنِ خُلد میں
شاعر و نقاد تھے۔ فاضل و استاد تھے — اب نہ رہی کچھ کمی انجمنِ خُلد میں

تعمیہ سے بن گیا سال، جو شامل ہوے
احسنِ مارہروی انجمنِ خُلد میں

۵۸۱ + ۷۷۸

۱۳۵۹ھ

(۲)

عالم سے پردہ کر گئے وہ احسنِ مارہروی
تھا نام جن کے نام سے، تھا فخر جن کی ذات پر
حامد، اجل کے ہاتھ سے اب بے سر و پا ہو گئے
زُہد و وَرَع۔ فضل و کرم۔ شعر و ادب۔ عِلم و ہنر

ہ ر ض ر ع د ل ن

۲۰۵ + ۱۰۰۰ + ۷۴ + ۸۰

۱۳۵۹ھ

(۳)

اچھے جاکر ہوے تم احسن رونق افزاے جنتِ خُلد
حامد لکھتا ہے سالِ رحلت ہو بزم آرائے جنتِ خُلد

۱۳۵۹ھ

(۴)

حضرت احسن نقاد و حکیم وعالم ہوگئے منزلت افزائے خلودِ جنت
بکرمی، عیسوی وہجری وفصلی ہیں یہ سال پاک دل، قدوۂ سادات، وہ فخرِ حکمت

۱۳۴۸+۱۱ف

۱۳۵۹ھ + ۵۸۱

۱۹۴۰ء + ۵۷

۱۹۹۷ بکرمی

(۵)

سپہرِ فضل وکرم کے تھے آفتابِ کمال جہانِ شعر وادب کی بہارِ باغِ احسن
اگروہ اور بھی اک سال زندہ رہ جائیں تو یادگار رہے۔ یادگارِ داغ احسن

۱۳۶۰ھ

(۶)

"خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں"
خلاصہ یہ کہ تھا حُسنِ طبیعت ختم احسن پر
فصیح الملک سے تھے فیضیاب، استادِ کامل تھے
کہی تاریخ حامد نے "فصاحت ختم احسن پر"

۱۹۴۰ء

تاریخ وفات

والا مناقب چودھری سردار عالم مرحوم

۱۳۵۹ھ

(بفرمائش جناب محمد شفیع صاحب ایم اے پروفیسر اسلامیہ کالج پشاور
معرفت مفتی محمد حبیب صاحب ایم اے پروفیسر پشاور)
۸ر اکتوبر ۱۹۴۰ء کو لکھی گئیں

(۱)

طینت سردار عالم تھی عجب باغ و بہار
اس سرائے دہر میں بھی تھے وہ گویا خلد میں
چاہیے حامد اگر مرحوم کا سالِ وفات
لیجیے: وہ ہوگئے آرام فرما خلد میں

۱۳۵۹ھ

(۲)

سردار بخلد شد بفضلِ صمدی
زیں دارِ دنی گذشت و زیں دہرِ روی
برلوحِ مزار سالِ رحلت حامد
بنویس کہ داخل بہشت ابدی

۱۳۵۹ھ

(۳)

یاں تھے سردارِ عالم دل وہاں ہو سردارِ دولتِ خُلد
مرقد میں تم اور خواب راحت عقبیٰ میں تم اور نعمتِ خُلد
حامد نے لکھا یہ سالِ رحلت ہو جلوہ طرازِ جنتِ خُلد

۱۳۵۹ھ

(۴)

رفت سردارِ عالم از دنیا

۱۳۵۹ھ

(۵)

شاہ محمد اکبر صاحب کی پہلی تاریخ مرقومۂ سابق میں سردار عالم کا نام رکھ دیا

پاک دل	زُبدۂ زماں سردار	ہو	بہشتِ نعیم میں شامل
۵۷	۵۸۱	۱۱	۱۳۴۸ فصلی

۱۳۴۸	فصلی
۱۱	
۱۳۵۹	ہجری
۵۸۱	
۱۹۴۰	عیسوی
۵۷	
۱۹۹۷	سمبت بکری

تواریخ "لطائف ادبی"

(مرتبۂ مفتی انتظام اللہ صاحب شہابی صدیقی گوپاموی ثم اکبر آبادی)

(۱)

ز کلکِ انتظام اللہ شہابی ببیں حامد کمالِ بذلہ سنجی
ز بہر سالِ تالیفِ "لطائف" بگو تازہ نہال بذلہ سنجی

۱۳۵۹ھ

(۲)

دیکھ کر ذوق مفتی صاحب کا کیوں نہ سب جان و دل سے ہوں شیدا
کیا ہوئی بولتی ہوئی تاریخ بات میں بات ہوتی ہے پیدا

۱۳۵۹ھ

(۳)

انتظام اللہِ صدیقی نے، بھر کے دامانِ گلِ شعر و سخن
پھول برسائے ہیں کیا کیا دیکھیں قدر دانانِ گلِ شعر و سخن
باغِ تاریخ کھلایا میں نے
چمنستانِ گلِ شعر و سخن

۱۹۴۰ء

(۴)

ادیبوں کے اقوال و احوال پڑھ کر کیے جمع سب کے لطائف ظرائف
یہ تاریخیں نکلیں مسیحی و ہجری کہ بے مثل ادب کے لطائف ظرائف

۱۳۵۸ھ + ۵۸۲

۱۹۴۰ء

(۵)

کیا دکھائی ہے مفتی صاحب نے شانِ ذہنِ رسا و فکرِ رفیع
جمع کرکے نکاتِ شعر و سخن کردیا عرصۂ ادب کو وسیع
اُن کی تحریر ہے فصیح و بلیغ اُن کی تالیف شاندار و وقیع
بکرمی اور مسیحی و ہجری ایک مصرع میں ہیں یہ سال جمیع
بات مشکل تھی۔ خوب بن آئی
چند بے مثل اختراعِ بدیع

۵۸۲ + ۱۳۵۸ھ

۵۷ + ۱۹۴۰ء

۱۹۹۷ بکرمی

تواریخ "تاریخِ آگرہ وشاہانِ مُغلیہ"

مرتبہ مفتی انتظام اللہ صاحب صدیقی

(۱)

عنوان تاریخی از قرآن مجید بر سرورق

قال الحکیم الازلی: لَقَدْ کَانَ فِی قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ

۱۳۵۹ھ

(۲)

مُفتِینَا مُکَرَّمُنَا الْفَاضِلُ الْجَلِیل بِالْاِخْتِصَار دَوَّنَ تَالِیفَهُ الْمَتِین
قَدْ کَانَ فِیهِ ذِکْرُ سَلَاطِینِ الْاٰگرَہ اَرَّختُ بِالْبَدِیهَةِ ذِکْرَیٰ لِذٰکِرِیْن

۱۹۴۰ء

(۳)

بر اوراقِ تاریخ کردہ است زندہ بزرگانِ ماضی، نیاگانِ پیشیں
بالفاظِ رنگیں مصور نمودہ ہماں جاہِ رفتہ، ہماں شان پیشیں
بتاریخِ تالیفِ مفتیِ فاضل نوشتیم۔ تاریخ شاہانِ پیشیں

۱۹۴۰ء

(۴)

زندۂ جاوید شد جاہ و جلال رفتہ اش خوبیِ تقدیر و بخت آگرہ آمد پدید
سالِ "تاریخ شہانِ مغلیہ" حامد نوشت یادگارِ پایۂ تخت آگرہ آمد پدید

۱۹۴۰ء

(۵)

این است حال دولت شاہانِ آگرہ معیارِ اعتبار صنا دیدِ ہند را
تاریخِ آں ز روئے بدیہت نوشتہ ام آثارِ یادگار صنادید ہند را

۱۳۵۹ھ

(۶)

کیا لکھی تاریخ مفتی انتظام اللہ نے
پڑھ کے دیکھو شان کیا شاہانِ مغلیہ کی ہے
سال تالیف و طباعت اس کا حامد نے لکھا
یادگارِ دیرپا شاہانِ مغلیہ کی ہے

۱۹۴۰ء

(۷)

ضبط بتالیف شد مرتبتِ پایۂ تخت
ثبت بتاریخ شد۔ منزلت پایۂ تخت

۱۹۴۰ء

۱۴ اکتوبر ۱۹۴۰ء کو لکھی گئیں

تواریخ

بر

لوحِ مزارِ پاک نہاد صدیقہ خاتون مرحومہ

۱۹۴۰ء

"دخترِ والا جاہ جناب عبدالسلام صاحب مرحوم"

۱۹۴۰ء

از جانبِ غم دیدہ عبدالحی فرحت

۱۹۴۰ء

(۴)

ہوئیں آہ صدیقہ خاتون رخصت یہ صدمہ غضب کا ہے یہ غم بلا کا،
جمیل و جلیل و غنی و زبیدہ عجب حال اِن کا ہے اور ان کی ما کا
بیاں کیا ہو اولاد و شوہر کا صدمہ نہیں چارہ درد و غم بے دوا کا
دُعا ہے کہ ہو ان کی تُربت مُنوّر ہو سایہ فگن ابرِ رحمت خُدا کا

یہ تاریخ اب فرحت خستہ جاں نے
لکھی۔ پائیں وہ قرب خیرُالنسا کا

۱۳۵۹ھ

"تاریخ بے مثل فی البدیہہ"

۱۹۴۰ء

۹/نومبر ۱۹۴۰ء کو کالج پہنچ کر لائبریری میں جاکر بیٹھا ہی تھا کہ سکنڈ ایئر اردو کا طالبعلم سید انعام الرحمٰن آیا اور فرمایش کہ سید سخاوت علی صاحب کی تاریخ وفات کہہ دیجئے میں نے کہا مجھ سے

فرمائش کرنے کی کیا وجہ؟ آگرہ میں اور بہت تاریخ گو ہیں۔ اس نے کہا کہ بھائی صاحب نے کہا تھا کہ قادری صاحب سے کہنا۔ میں نے نہ اس کے بھائی کا نام پوچھا نہ مرحوم کا پتا۔ اپنے رجسٹر کے کونے پر نام لکھ لیا۔ وہ پیچھے میز پر اخبار پڑھنے لگا۔ میں نے "سید سخاوت علے" کے عدد نکالے تو معلوم ہوا کہ حق کے ۱۰۸ عدد ملانے سے سنہ ہجری نکل آئے گا۔ یہ خیال آتے ہی مصرع تاریخ موزوں ہو گیا اور فوراً اس کے اوپر کا مصرع بھی۔ اس کے بعد اسی وقت پہلا شعر بھی بن گیا۔ میں نے قطعہ کو کاغذ پر لکھ کر لڑکے کو آواز دی کہ تاریخ لے لو:

سخاوت علی نے وہ صدمہ دیا کہ مرجھا گئی آہ دل کی کلی
ہوا تعمیہ سے یہ سال وفات ملے حق سے 'سید سخاوت علی

۱۰۸ + ۱۲۵۱

۱۳۵۹ھ

تاریخِ وفات مولوی اسمٰعیل دہلوی کہ "شہید" مشہور شد

مفتی انتظام اللہ صاحب کو ایک سے ایک نئی سوجھتی ہے۔ رسالہ "پیشوا" دہلی کا ولی اللہ نمبر مرتب کرنے کے بعد میرے پاس آئے اور کہا کہ اب اسمٰعیل شہید نمبر ترتیب دے رہا ہوں ان کی تاریخ وفات کہہ دیجئے۔ مجھے مولوی اسمٰعیل مصنف "تقویۃ الایمان" اور ان کے مرشد مولوی سید احمد بریلوی کے مسلک سے بُعد المشرقین ہے۔ یہ دونوں ہندوستان میں وہابیت و ضلالت کے موجد و بانی تھے۔ اس لیے میں تاریخ لکھنا نہ چاہتا تھا۔ لیکن مفتی

صاحب نے نہایت اصرار کیا تو میں نے سوچا کہ ایسی صنعت میں تاریخ کہدوں کہ میرے عقائد کی موافقت بھی رہے اور ان کو پتا بھی نہ چلے۔ چنانچہ یہ تاریخیں کہیں۔ لیکن پیشوا میں چھپوانے کے لیے صرف پہلی تاریخ ان کو دیدی۔ ان سب تاریخوں اور شعروں میں ایک لطیف طنز و مضحکہ ہے جس کی نہ مفتی صاحب کو خبر ہوئی نہ حافظ عزیز حسن بقائی اڈیٹر پیشوا کا ذہن پہنچا۔ مثلاً یہ مضمون کہ ''دیکھنا شرع وقت و دین کے ساتھ کیا کیا کیا''، کوئی مدح کا پیرایہ نہیں ہے۔ میں نے مولوی اسمٰعیل کی ذات کو ''خزان گلشن دین نبیؐ'' سمجھا ہے۔ پڑھنے والے ان کی وفات کو بھی سمجھ سکتے ہیں۔ اسی طرح ''خاتم معرفت'' کے میں نے معنی لیے ہیں: ''معرفت کا خاتمہ کرنے والا''، نیست و نابود کرنے والا اور کسی کی تاریخ وفات میں ''تشریف برند'' کہنا تو صاف ہی ہے۔

(۱)

ببیں حامد کہ اسمٰعیل دہلی، چہا کردہ بشرع و ملت و دیں
چو جاں در جنگ دادہ سال گفتم خزانِ گلشن دین نبیؐ بیں

۱۲۴۶ھ

(۲)

آن مولوی سید احمد و اسمٰعیل جاں را دادن بجنگ کردند پسند
شد خاتمِ معرفت زشمسی تاریخ سالِ ہجری بشد کہ تشریف برند

۱۸۳۱ء ۱۲۴۶ھ

۱۵ر دسمبر ۱۹۴۱ء

تاریخ وفات عبدالشکور عرف للّو (عمر ۷ سال)
ولد شیخ عبدالغفور ساکن ہردوئی

بفرمائش برادر طریقت رسول احمد صاحب اکبر آبادی نقشبندی جماعتی

(۱۳؍دسمبر ۱۹۴۰ء)

لکھا تھا یہ للّو کی تقدیر میں — کہ اس چاند کو خاک تُربت چھپائے
سرِ لوحِ مرقد یہ سال وفات — لکھو۔ غنچہ مُرجھا گیا آج ہائے

۱۳۵۸ھ

تاریخ تعمیر مقبرۂ علم الدین شہید لاہوری

کئی سال ہوئے علم الدین نے لاہور کے ایک مُفسد ہندو مصنف "رنگیلے رسول" کو بے ادبی و گستاخی کے انتقام میں قتل کر دیا تھا اور خود سزائے موت پا کر "شہید" ہوئے تھے۔ سالہا سال بعد ۱۹۴۰ء میں اہل لاہور نے ان کا شاندار خوبصورت مقبرہ تعمیر کیا ہے۔ ہمارے پیر بھائی مستری حاجی الٰہی بخش صاحب لاہوری بھی تعمیر کے مہتمم تھے۔ انھوں نے ایک روز میرے سامنے اعلیٰ حضرت قبلہ عالم امیر ملت محدث علی پوری روحی فداہم کے استفسار پر تعمیر مقبرہ کا حال بیان کیا۔ میرے پاس ایک آیۂ کریمہ سے نکلی ہوئی تاریخ موجود تھی جو مقبرہ پر بھی موزوں ہو سکتی ہے۔ میں نے وہ تاریخ مستری صاحب کو دے دی۔ بڑے صاحبزادہ صاحب قبلہ نے بھی بہت پسند فرمائی۔

لَاتَقُولُوا لِمَن یُّقۡتَلُ فِی سَبِیۡلِ اللّٰہِ اَمۡوَات

۱۹۴۰ء

تاریخ وفات

خان بہادر والا جاہ ممبر کونسل

۱۳۵۸ھ

محبِّ قوم نیک نہاد و دریا دل جناب حاجی حافظ محمد حلیم صاحب

۱۹۳۹ء

کمی اک فرد یکتا کی ہوئی ہے قوم و ملت میں،
نہ کیوں دل صرفِ شیون ہوں نہ کیوں سر وقفِ سودا ہوں
کمی سے ایک کی تاریخ رحلت ہوتی ہے پوری
یہ تاریخ و دُعا ہے۔ خلد میں آرام فرما ہوں

۱۳۵۸
-۱
۱۳۵۷ھ

حلیم انٹر کالج کانپور کے قدیم طلبہ نے ایک رسالہ صحیفۂ ادب جاری کیا ہے۔ ۱۹۴۰ء میں اس کا "حلیم نمبر" شائع کیا۔ مجھ سے تاریخ وفات کی فرمائش کی لیکن حافظ صاحب مرحوم کا عیسوی سال وفات ۱۹۳۹ لکھ بھیجا۔ ہجری ماہ و سال نہ لکھا۔ میں نے قیاس سے ۱۳۵۸ھ سمجھ کر تاریخ کہدی۔ اڈیٹر نے چھاپنے سے پہلے یہ بات لکھی، میں سفر پنجاب میں تھا۔ عجلت میں بجز تخرجہ کے کچھ نہ کر سکا۔ ایک عنوان ہجری سال کا غلط ہی رہا۔

تاریخ وفات سید فضل الرحمٰن صاحب اکبر آبادی

بفرمائش سید انعام الرحمٰن، طالب علم سینٹ جانس کالج آگرہ

(۸ر جنوری ۱۹۴۱ء)

رضوانِ بہشت نے کیا استقبال — اللہ رے اوجِ شانِ فضل الرحمٰن
ہے صنعتِ تعمیہ میں تاریخِ وفات — و اصل باللہ، جانِ فضل الرحمٰن

۶۶ + ۱۲۹۳ = ۱۳۵۹ھ

تواریخ وفات محمد اطہر خاں پسرِ خورد سالِ محمد اکبر خان

حاجی عطاء اللہ صاحب بزاز آگرہ نے فرمائش کی اور ایک پرچے پر فارسی کا قطعہ لکھا ہوا بھیجا جو کسی قدیم لوح مزار سے منقول تھا۔ اس طرح کی تاریخ درکار تھی۔ میں نے اسی قطعہ کے ایک مصرع میں تعمیہ سے تاریخ نکال کر اس پر اپنے مصرع لگا دیئے۔

(۱)

تا تو رفتی زجہاں اے گلِ خنداں پدر
بُردۂ راحتِ جان و دلش اے جانِ پدر
ہست با دردِ نہاں سال فراقت اطہر

۳۱۴

طفل اشکست بجائے تو بدامانِ پدر

۱۶۲۶ = ۱۹۴۰ء

(۲)

پوچھو دلِ اکبر سے جو اطہر کا الم ہے — اولاد کا اللہ نہ دے صدمۂ فرقت
لکھنا ہو اگر سال وفات اس کی لحد پر — تاریخ ہے وہ جانِ پدر داخل جنت

۱۳۵۹ھ

تواریخ تکمیلِ تعمیرِ نوری مسجد علی پور شریف ضلع سیالکوٹ

اعلیٰ حضرت قبلۂ عالم امیر ملّت محدث علی پوری روحنا ہم ودامت برکاتہم نے ۱۶ سال ہوئے سرتاپا سنگ مرمر کی ایسی مسجد تعمیر فرمائی کہ ہندوستان میں کیا تمام عالم میں اس کی نظیر نہیں۔ قلعۂ آگرہ کی موتی مسجد غالباً دنیا میں سنگ مرمر کی سب سے بڑی مسجد ہے۔ لیکن وہ بالکل سادہ ہے، نقش ونگار و آرائش سے عاری۔ نوری مسجد مرمریں ہونے کے علاوہ اس قدر منقش و آراستہ ہے کہ دیوار پر سونا چڑھا ہوا ہے۔ دالان کے کواڑوں پر ایک جوڑی پر سونا، ایک جوڑی پر سیپ، ایک جوڑی پر ہاتھی دانت جڑا ہوا ہے۔ اندرون دالان کی آرائش ستائش سے بالاتر ہے۔ دالان کے عرض میں چھت کے نیچے وھیل مچھلی کا کانٹا بھی لگا ہوا ہے۔ نوری مسجد کے مشرقی حصہ اور حوض کی تکمیل نہ ہوئی تھی۔ وہ اس سال ۱۹۴۱ء میں کردی گئی۔ حضرت والا کے بڑے صاحبزادہ عالی جناب محمد حسین شاہ صاحب قبلہ مدظلہم نے مجھے تاریخ لکھنے کا حکم دیا۔ اس کی تعمیل میں یہ تاریخیں مرتب کرکے پیش کی گئیں۔ ۹ر مارچ ۱۹۴۱ء۔

(۱) ذِکرُاللہِ اَقدَمُ واَکبَر (۲) وَذِکرُاللہِ اَعلٰی اَجَلُّ اَکبَر

۱۳۶۰ھ ۱۳۶۰ھ

(۳)

جماعت علی شاہ قطبِ زمانہ کہ سرتاج ہست اولیاے جہاں را

بنا مسجدے کرد از سنگِ مرمر منوّر۔ مطہّر۔ مُصفّا۔ مجلّا

بشد۔ خوشنما مسجد نور۔ سالش چو تکمیلِ مسجد شد از فضل مولیٰ

۱۳۶۰ھ

بگو قادری مصرعِ سالِ دیگر چہ تعمیر نوز علیٰ نور زیبا

۱۳۶۰ھ

مسجدے ساخت قبلۂ عالم — کہ جہاں راست ملجا و ماویٰ
قادری گفت سال تعمیرش — کہ نہادست اساس بر تقوے
۱۳۶۰ھ

سرورقِ تاریخی

میرے قدیم شاگرد سید علی مقدس رضوی ڈبل ایم اے (فارسی و اردو) بی ٹی اکبر آبادی ہر سال محرم میں مجموعہ سلام شائع کرتے ہیں۔ اس مرتبہ مجھ سے اس کے تاریخی نام کی فرمائش کی۔ میں نے پورا ٹائٹل پیج مرتب کر کے دیدیا۔

اعوذُ باللہ المجید العزیز الحکیم من الشیطنِ الرَّجیم
۱۹۴۱ء

قَدجَاءَ تکُمُ مَوعِظَۃٌ مِّنَ رَّبِّکُم
۱۹۴۱ء

اُولٰئِكَ هُمُ الرَّشِدُونَ فَضلاً مِّنَ اللّٰهِ وَنِعمَةً
۱۹۴۱ء

مَشہدِ اعظم
۱۳۶۰ھ

ذکر حالات — و — مرقع کشتگانِ ناحق
۱۳۶۰ — ۱۳۶۰

احوالِ شہدائے ال محمدؐ رضوان اللہ علیہم اجمعین
۱۹۴۱ء

جمع نمودۂ جناب سید علی مقدس رضوی ایم اے سلمہ'
۱۹۴۱ء

کنزِ تواریخ مرتبہ

۱۹۴۱ء

از بندۂ عجز نہاد حامد حسن قادری، پروفیسر سینٹ جانس کالج

۱۹۴۱ء

تاریخ وفات اہلیہ ڈاکٹر محمد ظریف صاحب نقشبندی

مرحومہ آگرہ نالۂ پیپل منڈی کے شیخ وحید اللہ صاحب مرحوم کی صاحبزادی تھیں۔ اپنے شوہر کے پاس پنجاب میں بعد ولادت دختر ۲۳/نومبر ۱۹۴۰ء و ۲۲/شوال کو وفات پائی میں نے قطعہ تاریخ ایک پرانے مادۂ مندرجہ سابق سے مرتب کر دیا تھا اس لیے یہاں درج نہیں کرتا

وَعِندَہٗ اَجرٌ عَظِیم

۱۳۵۹ھ

تاریخ وفات شیخ عطاء اللہ والدِ شیخ ظفر اللہ ایجنٹ بیمہ کمپنی دہلی

(ظفر اللہ صاحب کی فرمایش اور نوشہ میاں کے تقاضے سے
۱۱/مارچ ۱۹۴۱ء کو لکھی گئی)

آں عطاء اللہ شیخِ حق آگاہ — پردہ از چشمِ اہلِ دنیا کرد
پاک دل۔ پاک ذات۔ پاک نگاہ — نیک خو، نیک نفس، نیک روش
کہ بسر بُرد در رضاے اِلٰہ — عمر بودہ ۹۳ و نوَد سالش
جادۂ زُہد و رُشد بودش راہ — خدمتِ دین و قوم بودِش کار

قادری سال رحلتش گفتہ
فخرِ زُہّادِ عصر اہلِ اللہ

۱۳۵۹ھ

تاریخِ تعمیرِ مکان رابعہ بیگم دخترِ حافظ محسن شہید

(شیروں والی کوٹھی کے قریب)

(بفرمائش حاجی مرزا صدرالدین بیگ صاحب اکبر آبادی)

جایدادِ بنتِ حافظ محسن شہید

۱۹۴۱ء

رابعہ بنتِ حافظ محسن بانی و مالکِ عمارت ہے
قادری سے کہا یہ ہاتف نے سالِ تعمیر قصرِ عشرت ہے

۱۳۶۰ھ

تاریخِ تعمیرِ چاہ در مسجد بالوگنج صدر آگرہ

منشی حیدر بخش صاحب ساکن زین خانہ آگرہ نے یہ فرمائش کی کہ مسجد میں ایک درویش بیلا شاہ باوا رہتے ہیں۔ اور وہاں ان کے پیر و مرشد یا باپ دادا کے مزارات بھی ہیں۔ اس لیے قطعۂ تاریخ میں تینوں بزرگوں کے نام آنے چاہئیں اور حیدر بخش کا بھی۔ (۱۹/ مارچ ۱۹۴۱ء)

بفضل و لطفِ بیلا شاہ باوا طفیل لال شاہِ آسماں جاہ
بفیضِ روحِ چھنگا شاہ باوا یہ نکلی ہے رفاہ عام کی راہ
نکالا آب ؔ تو نکلی یہ تاریخ
کیا تعمیر حیدر بخش نے چاہ

۱۹۴۱ء

تاریخ وفات معتضد ولی الرحمٰن

ایم۔اے، پروفیسر جامعہ عثمانیہ حیدر آباد

برادرِ خوردِ مولوی محمد نعیم الرحمٰن، پروفیسر الہ آباد یونیورسٹی

وڈاکٹر بذل الرحمٰن، پرنسپل آندھرا کالج بمبئی

(۱)

كَانَ فِي الدُّنيَا وَلِيًّا رَاشِداً قَد جَزَاهُ اللّٰهُ بالفوزالعظِيم
قُلتُ تَارِيخاً اِذَا مَاتَ الوَلِيُ اَدْ خَلَهُ اللّٰهُ جَنّٰتِ النَّعِيم

۱۳۶۰ھ

(۲)

رخصت ہوے مُعتضد ولی الرحمٰن نیکوں کی ہے موت بھی مگر عین حیات
یہ بھی عجب اتّفاق ہے اے حامدؔ ہے نام سے معتضد ولی سالِ وفات

۱۳۶۰ھ

۱۳/ مارچ ۱۹۴۱ء کو لکھیں

"تاریخہائے آہنگ رحلت"

۱۹۴۱ء

زبدۂ دہر جسٹس سر شاہ سلیمان رحمتہ اللہ علیہ

۱۹۴۱ء

۱۲/ مارچ کو دہلی میں انتقال ہوا۔ ۱۶/ مارچ کو تاریخیں لکھیں۔ ۳۱/ مارچ کے آگرہ اخبار میں شائع ہوئیں آگرہ اخبار سے سرگذشت علی گڈھ میں نقل ہوئیں اور پسند کی گئیں۔

(۱)

قَد فَازَ سُلیمانُ مَفَازاً حَسَناً فِی الْقَبرِ لَهُ مَوهِبَۃٌ خَاصَّۃٌ
قَد کَانَ رَؤُفاً لِعِبَادِاللّٰہِ اَرِّخْ یَا حَامِدُ، لَہٗ مَغفِرَۃٌ

۱۳۶۰ھ

(۲)

رختِ رحلت بست آں شاہ سلیمانے کہ بود
پاک دل، پاکیزہ باطن، نیک خو، نیکو نہاد
کلک حامد سال رحلت بہر لوح مرقدش
زد رقم، آرام گاہِ سرسلیماں خلد باد

۱۳۶۰ھ

(۳)

سانس کی آمد شد اے حامد — نخل ہستی کے لیے آرا ہے
جل کے ہو جاتی ہے گل شمعِ حیات — رات دن کا یہی نظارا ہے
مرضیِ قادرِ مطلق کے خلاف — دم زدن کا بھی کسے یارا ہے
خاکِ مرقد نے چھپایا ہے جسے — فلک ہند کا اک تارا ہے
اس کے غم میں ہے اگر قوم تمام — اس کے ماتم میں وطن سارا ہے
نامِ نیک اس کا نہ مٹنے دے گی — قول دنیا نے یہی ہارا ہے
اس کی تاریخ وفات اے حامد — سرسلیمان بہشت آرا ہے

۱۳۶۰ھ

تاریخی سرورقِ ڈائری راقم بابت ۱۹۴۱ء مطابق ۱۳۵۹ھ و ۱۳۶۰ھ

بسمِ اللّٰہ الحفیظِ السّلام

۱۳۵۹ھ

مَاعَرَفْنٰكَ حَقَّ معرفتٍ ٍ یَا حَبِیْب خُذْ بِیَدِیْ

۱۳۵۹ھ ۱۳۵۹ھ

منظوراتِ مُقَدَّر

۱۹۴۱ء

سرنوشتِ مُقَدَّر

۱۳۶۰ھ

سرنوشتِ عیب و ہنر مُقَدَّراتِ شام و سحر

۱۳۵۹ھ ۱۳۶۰ھ

قطعہ

ہماں بر سرم آید و بگذرد، کہ حُکم خدایست سُبحانہٗ
پے سالِ آغاز ایں ڈائری بگو۔ سرنوشت قضا ہوٗ بہوٗ

۱۹۴۱ء

نوشتہ از نیاز کیش کم مایہ حامد حسن قادری کان اللہ لہٗ

۱۹۴۱ء

تاریخِ تعمیرِ کمرۂ جدید درمدرسۂ حنفیہ اسلامیہ قصور (پنجاب)

بفرمائش حاجی محمد سعید صاحب قصوری

۶/اپریل ۱۹۴۱ء کو لکھیں

فیضانِ شہنشاہ علی پوری مدظلہٗ سے قصرِ دینِ حنیف مُستحکم ہے
حضرت کی توجہ سے بنا یہ کمرہ جتنی بھی ہو اب علم کی رونق کم ہے
تعمیر کی قادری نے تاریخ کہی یہ منبعِ فیضِ قبلۂ عالم ہے

۱۳۶۰ء

تواریخِ تعمیرِ دُکانات و حُجرہ مسجدِ قاضی گلی آگرہ

خان بہادر محمد یوسف خان صاحب ریٹائرڈ ڈپٹی کلکٹر ساکن قدیم محلّہ قاضی گلی کی ہمشیرہ الٰہی بیگم نے اپنے روپیہ سے مسجد کے اوپر ایک حجرہ جانب شمال اور پانچ دکانیں مسجد کے نیچے تعمیر کرا کے وقف کیں۔ ڈپٹی صاحب کی فرمائش سے یہ تاریخیں نصب کرنے کے لیے لکھی گئیں۔

(۱)

از زرش وقفِ دکانات نمود جاودان باد الٰہی خُرّم
سر الہام برآر و بنویس شمۂ از فیض الٰہی بیگم

-۱=۱۳۶۰ھ

یا

از سرِ داد بکن سال رقم چشمۂ فیض الٰہی بیگم

+۴=۱۳۶۰ھ

۶/اپریل ۱۹۴۱ء

(۲)

کیں دکانیں اور حجرہ وقف مسجد کیلئے حُسنِ نیت ہے یہ بیشک شاہدِ حُسنِ مآل
کیوں نہ ہو نقشِ حجر یہ سالِ تعمیرِ جدید فیض و احسانِ الٰہی بیگم نیکو خصال

۱۹۴۱ء

۲۷/اپریل ۱۹۴۱ء

٭ یہ قطعہ مسجد میں نصب کیا گیا۔

تاریخِ تالیفِ "ادبی مضامین" مُرتبّہٗ مولوی شمس الحق نظامی بی اے سی ٹی

تاریخ کے تخرجہ کو موزوں بنانے کے لیے خالد حسن قادری کے نام سے نظم کر دی گئی۔

مضامیں بصیرت آفریں ہیں افاداتِ جنابِ شمسِ نامی
ادبؔ سے سر اٹھا کر سالِ تالیف لکھو خالدؔ۔ مضامینِ نظامی

۱۹۴۲
۱
۱۹۴۱ء

تاریخِ وفات نسیمہ اختر دخترِ ہفت سالہ محمدؐ سرفراز بیگ تحصیلدار، پشاور

بفرمائش مفتی محمد حبیب اسرائیلی سنبھلی، ایم اے، پروفیسر، اسلامیہ کالج پشاور ۳/اپریل ۱۹۴۱ء کو لکھی گئی۔

چو مرغوبِ نسیمہ اختر آمد بجائے دارِ دنیا مسکنِ خُلد
بجُسنِ تعمیہ تاریخ گفتم نسیمہ با نسیمِ گلشنِ خُلد

۱۱۹۴ + ۱۶۵
۱۳۵۹ھ

تواریخ

حادثاتِ موت

۱۳۶۰ھ

برائے

مدفنِ زندہ دل، مولوی ظہیر عالم، وکیل، مراد آباد

۱۹۴۱ء

و

مزار والدۂ مرحومہ مولوی ظہیر عالم

۱۹۴۱ء

تاریخ از آیۂ الہامِ ازلی

۱۳۶۰ھ

اُولٰئِكَ هُمُ الرّٰشِدُونَ فَضْلاً مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً

۱۹۴۱ء (حجرات رکوع ۱)

ابیاتِ غمِ وفات

۱۹۴۱ء

(۱)

ظہیرِ عالمِ پاکیزہ باطن جوارِ رحمتِ حق جائے تو باد
سکون و راحت و انعام و رحمت بعقبیٰ خوشتر از دنیائے تو باد
بدنیا نامِ نیک و ذکرِ خیرت ہمیشہ باعثِ احیائے تو باد
بدارِ آخرت اعمالِ نیکت بلطفِ حق چمن آرائے تو باد
رقم زد کلکِ حامد سالِ رحلت نسیمِ خلد جاں افزائے تو باد

۱۳۶۰ھ

ا۔ یہ آیت پہلے بھی درج ہو چکی ہے۔ یہاں لکھ دی گئی ہے۔ لیکن شمار میں نہیں لی گئی۔ ۲۔ یہ مادّہ پہلے مجموعہ (دفتر تواریخ) میں ۱۳۵۴ھ میں لکھا گیا ہے اور وہاں ۶ عدد کا تخرجہ کیا ہے اس قطعہ کے مصرع بھی پہلے ہی ہیں۔ نام بدل دیا ہے۔

(۲)

بودہ است حیاتش چو عباد الرحمٰن ؎ موتش چوں موت اولیاے یزداں
تاریخ بہ تعمیہ بگواے حامد داخل گشتہ ظہیرِ عالم بہ جناں

۵۶ + ۱۲۵۶

۱۳۶۰ھ

؎ قبر پر یہ تاریخ نصب کی گئی ہے۔

(۳)

چو رفت از جہاں سوے ربِّ جلیل بگوئی، حق آئیں ظہیر وکیل

۱۳۶۰

بگو سال دیگر: لَہٗ مَغْفِرَۃٌ بگو نیز: محبوبِ ذی منقبت

۱۳۶۰ھ ۱۳۶۰ھ

بگو باز ہم: خُلد جُوے بہشت۔ بگو سال شمسی: شرافت سرشت

۱۳۶۰ھ ۱۹۴۱ء

مادرِ ظہیر

۱۳۶۰ھ

نَوَّرَ مَرْقَدَھَا جَعَلَ الْجَنَّۃَ مثْوٰھَا

۱۳۶۰ھ

"قبرِ ظہیرِ عالم یکرنگ و پاکِ جاں"

۱۹۴۱ء

"چشتیِ نقشبندی فردوس آشیاں"

۱۹۴۱ء

۱۹ ربیع الاول (۱۷/اپریل) پنجشنبہ کو رات کے ساڑھے بارہ بجے ممانی صاحبہ والدۂ ظہیر عالم کا انتقال ہوا۔ اور ٹھیک ۲۴ گھنٹے بعد جمعہ کا دن گذر کر شب میں اسی وقت ظہیر عالم نے وفات پائی۔ حدیث شریف ہے: لکل یوم لیلۃ والجمعہ لیلتان (سب دنوں کے لیے ایک ایک رات ہے اور جمعہ کے لیے دو راتیں) وہ دونوں راتیں ان دونوں کو مل گیں۔

نوحۂ تاریخی بر وفات مولوی ظہیر عالم چشتی و ہدایت علی خان صاحب رئیس مراد آباد

مولوی ظہیر عالم کی وفات سے کچھ عرصہ بعد ہدایت علی خان صاحب کا انتقال ہو گیا۔ ان دونوں میں نہایت مخلصانہ تعلقات تھے اور یہ دونوں اپنے اپنے رنگ میں تمام مراد آباد میں یکتا و یگانہ تھے اور سارے شہر کے لیے باعث فخر و ناز۔ اسی مضمون پر غور کرنے سے ایک مادۂ تاریخ نکل آیا۔ اس کو مصرع میں موزوں کیا تو فوراً ذہن منتقل ہوا کہ اسی زمین میں خواجہ حافظ شیرازی کی دو غزلیں ہیں۔ دیوان کھول کر سامنے رکھ لیا اور حافظ کے بعض مصرعوں پر اپنے مصرعے لگائے۔ بعض شعر سالم لے لئے اور باقی دس بارہ شعر اپنے کہہ کر ایک طویل نظم مرتب کر دی۔

"برو بکارِ خود اے واعظ، ایں چہ فریاد ست
مرا فتاد دل از کف۔ ترا چہ اُفتاد ست"

مرا چہ می کنی تلقینِ صبر اے ہمدم
"نصیحتِ ہمہ عالم بگوشِ من باد ست"

اگرچہ گفتۂ حافظؔ نرفتہ از یادم
کہ "قصر دکاخِ امل سخت سُست بنیاد ست"

اگرچہ من بیقیں دانم و تو می دانی
"کہ بر من و تو درِ اختیار نکشا دست"

ولے چرانکشد آہ و نالہ جانِ حزیں
ولے چرانشود خوں ولے کہ ناشاد ست

ظہیرِ عالمِ چشتی بغربت اندر مُرد
چرا زدرد نالم کہ جاے فریاد ست

وفاتِ خانِ ہدایت علی ست صدمۂ نو
ندانم آں چہ جفاے ست ویں چہ بیداد ست

چہ گویمت کہ چرا زُود رخت بربستند
اجل بشارتے از حق بہریکے داد ست

"کہ اے بلند نظر شاہبازِ سدرہ نشیں
نشیمن تو نہ ایں کنج محنت آباد ست"

"ترا ز کنگرۂ عرش می زنند صفیر
ندانمت کہ دریں دامگہ چہ افتاد ست"

شتافتند ظہیر و ہدایت از دُنیا
باں جہاں کہ زہر درد و رنج آزاد ست

خدا مراتبِ آں ہردو را بلند کند
کہ بندہ را ز خداوند بخشش و داد ست

زیمنِ ہمتِ خاں کارہائے بستہ کُشاد
بنائے خُلق و مروت ظہیر بنہادست

کشادہ داشت ہدایت ہمیشہ دست سخا
صلائے فیض ہمیشہ ظہیر در وا دست

زمرگِ چشتی اگر آہ رنگِ "بار" شکست
زمرگِ خاں ہمہ گلزار شہر برباد ست

بہرزباں چو بود ذکرِ شاں' عجب نبود
کہ حُسنِ سیرتِ شاں ملک و قوم رایاد ست

سعادت از ازل' آید' بزورِ بازو نیست
قبولِ خاطر و حسنِ عمل خدا دادست

سروش گفت کہ تاریخ رحلت ایشاں
"خزانِ گلشنِ بزم مراد آباد" ست

۱۳۶۰ھ

بسم اللہ العلی العظیم

۱۳۶۰ھ

تواریخ جاں افزا

۱۳۶۰ھ

و

اشعارِ مسرت انگیز

۱۳۶۰ھ

بر

تقریب سعید سعیدِ عصر

۱۳۶۰ھ

یعنی

بسم اللہ خوانی شاہزادۂ سید اشرف حسین

۱۹۴۱ء

صاحبزادۂ محبوب جناب سید اختر حسین شاہ

۱۹۴۱ء

بسم اللہ شاہزادۂ ذیجاہ نے پڑھی
کیوں خوش نہ ہوں حضورِ شہنشاہ دیں پناہ

مسرور آج اعزّہ و احباب کیوں نہ ہوں
کیوں شادماں نہ ہو دلِ خُدّامِ بارگاہ

قائم رہے حضور کا فیضان تا ابد
سایہ ہے ان کا ظلّ الٰہی، خدا گواہ

ہیں سال ایک شعر میں ہجری و عیسوی
یہ بھی ہے قادری، کرم شاہ عرش جاہ

کہدو کہ "ہو مبارک الٰہی حضور کو"

۱۳۶۰ھ

"عیش و سرورِ سید اشرف حسین شاہ"

۱۹۴۱ء

۱۴/ مئی ۴۱ء (۱۶/ ربیع الثانی ۶۰ھ) کو حضرت قبلہ عالم امیر ملت شہنشاہ علی پوری روحی فداہم نے اپنے پڑپوتے اشرف شاہ سلمہٗ کو بسم اللہ پڑھائی میں بھی حاضر تھا لیکن مجھ کو کیا کسی کو بھی اس تقریب کی اطلاع نہ ہوئی۔ بعد کو سنا۔ اسی دن یہ تاریخیں مرتب کر کے حضرت کو سنائیں اور مئی کے انوار الصوفیہ میں چھپوادیں۔

تاریخ وفات

یگانۂ آفاق خواجہ ابوالحسن قادری

۱۳۵۶ھ

خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ماسٹر حامد حسین صاحب قادری بی اے، ایل ٹی، ٹیچر گورنمنٹ ہائی اسکول آگرہ کے چچا تھے۔ ماسٹر صاحب نے انتقال سے چار پانچ سال بعد مجھ سے حال ہی میں تاریخ لکھوائی ہے۔ اس لیے بے ترتیب ہے۔

مَاتَ خواجہ بوالحسن کَانَ لَہٗ عِندَ رَبِّ الْعَرش اَجرٌ اَعظَم
قُلتُ فِی العَامِینِ تَارِیخَ الوَفَات یَغفِرُاللّٰہُ الرَّحِیمُ الاَکرَم

۱۳۵۶ھ + ۵۸۱

۱۹۳۷ء

تواریخ رحلتِ جانگداز

۱۹۴۱ء

نواب زادی نیک باطن مہرباں خانی بیگم صاحبہ

۱۳۶۰ھ

اہلیۂ نیک مناقب جناب نواب محمد حیدر علی خان صاحب میسوری

۱۹۴۱ء

دخترِ عالی نسب پاکیزہ طینت

۱۹۴۱ء

یگانۂ جہاں ہزہائی نس نواب عبدالتبریز خاں بہادر

۱۹۴۱ء

دلیر جنگ زیب ملک نواب آف ساوانور بمبئی پریسیڈنسی

۱۳۶۰ھ

(تاریخ از آیۂ الہام ازلی)

۱۳۶۰ھ

اِرْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا

۱۳۶۰ھ (سورہ بقر آخری آیت)

(قطعہ)

عفیفہ مہرباںِ خانیِ خوش خُو ہوئی راحت گزیں خلد بریں میں
لکھا یہ قادری نے سالِ رحلت تجھے پنکھے جھلیں جنت کی حوریں

۱۳۶۰ھ

(طبع زاد حامد حسن قادری جماعتی پروفیسر کالج آگرہ)

۱۹۴۱ء

"تاریخِ نمایشِ صوبہ آگرہ"

۱۹۴۱ء

مشہورِ آفاق نمایشِ آگرہ

۱۳۶۰ھ

نمایشگاہِ مصنوعاتِ پسندیدۂ عالم

۱۳۶۰ھ

بحُسنِ اہتمام وراہبریِ آل انڈیا مُسلم برادری آگرہ

۱۹۴۱ء

ایّامِ نیکِ انعقاد۔ ماہِ جُون اُنیس سو اکتالیس وماہ جمادی الاولیٰ

۱۳۶۰ھ

؎اس مادّہ تاریخ میں سنہ عیسوی الفاظ میں موجود ہے اور اعدادِ مادّہ سے سنہ ہجری نکلتا ہے

(۱)

قابلِ دید و لائقِ داد ست　　قطعہ قادریِ صنعت گر
ہجری آمدز مصرعِ اوّل　　عیسوی راست آں دگر مصدر
زیبِ شانِ نگارخانۂ چیں　　غیرتِ جامِ جم۔ پری پیکر
۱۳۶۰ھ　　۱۹۴۱ء
آئنہ خانۂ لطافتِ حُسن　　شاہدے دلکشا۔ نکو منظر
۱۳۶۰ھ　　۱۹۴۱ء

(۲)

تاریخِ لطیفِ زیبا

۱۳۶۰ھ

(ابیاتِ منظومۂ حامد حسن قادری)

۱۹۴۱ء

خوب لڑکوں نے نمایش کی ہے — کھیل سے کام لیا کرتے ہیں
بازیِ علم و ہنر میں بڑھ کر — مات پر مات دیا کرتے ہیں
آتشِ اُلفت و ہمدردی سے — دل کا روشن یہ دیا کرتے ہیں
دستکاری میں ہیں ماہر۔ لیکن — نہ تکبّر نہ ریا کرتے ہیں
جلوہ گہ ہے وہ نمایش۔ جس سے — "مہر و مہ کسبِ ضیا کرتے ہیں"
شعرِ ناسخ میں نکالی تاریخ — ہم بھی اعجاز کیا کرتے ہیں
زندگی زندہ دلی کا ہے نام — مُردہ دل خاک جیا کرتے ہیں

۳۲۸ — ۱۶۱۳

۱۹۴۱ء

؎ یہ مصرعہ ناسخ کا لے لیا ہے۔

یہ ناسخ کے شعر کی تاریخ میرے پہلے مجموعہ (دفتر تواریخ) میں بھی ۱۹۳۶ء کی تاریخوں میں درج ہے۔ وہاں ۵ عدد کے تخرجہ سے تاریخ نکالی تھی۔ یہاں پورا سنہ نکل آیا۔ ایک دو مصرع اور شعر بھی اسی قطعہ سے لے لیے ہیں۔ یہ نمایش کی تاریخیں خالد نے آگرہ اخبار مورخہ ۱۴/ جون ۱۹۴۱ء میں چھپوادی تھیں۔

تاریخِ وفات جناب قمر الحسن صاحب قمر بدایونی

قمر صاحب مرحوم اس زمانے میں قدیم رنگ غزل کے استاد تھے اور قدیم وضع کے بزرگ تھے۔ میرے حال پر بڑا کرم فرماتے تھے۔ میں ان کو اکثر سینٹ جانس کالج کی انجمن ترقی اردو کے سالانہ مشاعرہ میں مدعو کرتا تھا اور وہ ہمیشہ بے تکلف تشریف لے آتے تھے اور اپنی قدیم وضع و عادت کے مطابق ہمیشہ شاہ دلگیر اکبر آبادی مرحوم کے مکان پر فروکش ہوتے تھے۔ صرف شب کو ہمارے مشاعرے میں تشریف لے آتے تھے۔ ان کے ساتھ ہمیشہ اُن کے چھوٹے صاحبزادہ محبوب الحسن ارشدی بھی آتے تھے اور نہایت خوش الحانی کے ساتھ اپنی غزلیں پڑھا کرتے تھے اسی لیے ان کا اور ان کے بڑے بھائی عزیز الحسن کا نام قطعہ تاریخ میں لکھا گیا ہے۔ قمر صاحب کا انتقال ۷رجولائی ۱۹۴۱ء کو ہوا۔ ۱۴رجولائی کے آگرہ اخبار میں یہ تاریخ شائع ہوئی۔

صاحب کمال قمر بدایونی مغفور

۱۹۴۱ء

کچھ مرگِ قمرؔ مرگِ قمرؔ ہی نہیں تنہا
یہ موتِ کرمؔ فوتِ ادبؔ مرگِ ہنرؔ ہے

محبوبؔ و عزیزؔ اور بدایوںؔ پہ نہیں حصر
خود شعر و سخن نوحہ گر و خاک بسر ہے

مٹنے کا نہیں داغ کبھی مرگِ قمر کا
تاریخ بھی ہے واقعہ بھی۔ "داغِ قمر ہے"
۱۳۶۰ھ

"تواریخ طرب افزا و بہجت زا"

۱۹۴۱ء

بہ تہنیت

تمغا و جُبلی نشاط افزا

۱۹۴۱ء

جون ۱۹۴۱ء میں گورنمنٹ کی طرف سے تقسیم اعزازات کے موقعہ پر ہمارے کالج کے پرنسپل رکپتان ٹی ڈی سلی کو قیصر ہند میڈل دیا گیا۔ اور اسی سال کالج کے صدر شعبہ ریاضیات مسٹر چمپارام چترویدی ایم اے کی ملازمت کالج کے ۲۵ سال پورے ہوئے۔ اس تمغے اور جبلی کی خوشی میں ۱۲ر ستمبر ۱۹۴۱ء کو کالج اسٹاف کلب میں جلسہ اور ڈنر ہوا۔ چوبے جی چمپارام صاحب کو اسٹاف کی طرف سے ایک چرمی سوٹ کیس نہایت قیمتی تحفتہً پیش کیا گیا اور ان کا ایک قدیم شاگرد مسٹر شیودت شرما ایم اے نے چاندی کا پان دان دیا۔

ایک نے پھل خدمت کا پایا، ایک کو حق نے جشن دکھایا
آج مبارک اور ابد تک، ایک کو تمغا ایک کو جُبلی

ہول اسٹاف اینڈ آل دی کالج وَر ہپی وہین گاٹ دی ناٖلج
دیٹ اِٹ واز اِنڈیڈ اے گڈلک ایک کو تمغا ایک کو جبلی

ایک پرنسپل اک پروفیسر، یہ بھی اعلیٰ وہ بھی بہتر
دونوں کا آنر ہے بیشک ایک کو تمغا ایک کو جبلی

سالِ مسرت میں جو کمی تھی ایک نے بڑھکر پوری کردی
یعنی۔ "یا اللہ مبارک ایک کو تمغا ایک کو جبلی"

۱۹۴۱ء

ہے سلی صاحب کا سالِ عیسوی۔ "فرخندہ بخت"

۱۹۴۱ء

چوبے چمپا رام کا سمبت ہے۔ "خوشدل خوش نصیب"

۱۹۹۸ بکرمی

ہجری و فصلی دُعا بھی ہے کہ ہو رحمت اثر

۱۳۴۹ ف + ۱۱

۱۳۶۰ھ

بیشک اس اعزاز کو کرتے ہیں حاصل خوش نصیب

- Whole Staff and all the College were happy when got the knowledge that it was indeed a good luck.

تاریخ جلسۂ تہنیت

تمغا و جبلی کی تہنیت کے جلسے میں ڈنر کے واسطے میزیں کرسیاں انگریزی حرف تہجی وِی (V) کی شکل میں لگائی تھیں اور ایک بہت لمبا بانس گاڑ کر اس کے اوپر V کی شکل بنا کر بجلی کے قمقمے لگائے تھے۔ مجھے اس آرائش کا پہلے سے

علم نہ تھا۔ جلسے میں جاکر دیکھا تو بہت لطف آیا۔ اسی وقت ایک قطعہ نظم ہو گیا۔ مولوی ولی محمد خان صاحب بھی ایک نظم تہنیت لائے تھے۔ وہ جب پڑھنے کھڑے ہوئے تو انہوں نے بھی پہلے اس آرایش کی داد دی اور پھر یہ نظم سنائی:

سلی صاحب اور چوبے جی کو ہمارے — یہ تمغا مبارک' یہ جبلی مبارک
مبارک انھیں قیصر ہند میڈل — انھیں نقریٔ جشن الٰہی مبارک
یہ جلسہ' یہ لکچر' یہ نظمیں' یہ دعوت — یہ زینت' یہ رونق' یہ بجلی مبارک
مبارک رہے فلسفہ ان کو اپنا — رہے ان کو اپنی ریاضی مبارک
مبارک ہو کالج کی ان کو حکومت — پروفیسری ان کو اپنی مبارک

یہ تمغا' یہ جبلی' یہ آنر' یہ عزت
انھیں بھی' تمھیں بھی' ہمیں بھی مبارک

اسکے بعد میں نے قطعہ تاریخ (جو گذشتہ صفحے پر درج ہیں) سے پہلے اس آرایش اور وی کے متعلق یہ قطعہ سنایا:

میز کرسی سے جو یاں "دی" بن گئی — بجلیوں سے بھی وہاں "وی" بن گئی
وکٹری گویا ہے اپنے ہاتھ میں — جب اُٹھیں دو انگلیاں "وی" بن گئی

یہ قطعہ تاریخ بعد کو لکھا گیا:

جلسے میں تہنیت کے بنائی گئی ہے وی
اب دیکھ لیجیے گا عدو سرنگوں ہوا

تاریخ یہ ہوئی ہے مبارک شگون کی
۱۹۴۱ء

دِی وکٹری کی خوب مبارک شگوں ہوا
۱۹۴۱ء

تاریخِ وفاتِ مرزا عظیم بیگ چغتائی

بی اے۔ایل ایل بی وکیل جودھپور و سابق جج جاورہ

فضائل عظیم

۱۹۴۱ء

شاگرد بھی رشید تھے وہ، دوست بھی عزیز
کس دل سے میں کہوں کہ عظیم آہ کیا ہوئے

ہر دل عزیز ادیب، مُصنّف، وکیل، جج
کیاکیا، ذراسی عمر میں نام خدا ہوئے

ایسا اور اتنی جلد ہوا کون نامور؟
گو بے شمار ادیب ہیں، بے انتہا ہوئے

عرصہ ہی کیاہوا تھا بہت، کل کی بات ہے
اس کوچۂ ادب سے انھیں آشنا ہوئے

اس پر بھی وہ مزاح و ظرافت کے طرز میں
رنگیں نگار، شوخ بیاں، خوشنوا ہوئے

وہ رند و پاک نفس تھے، بیباک و بے ریا
تحریر میں بھی وصف یہ سب رونما ہوئے

سب ان کے تجربے تھے، سب ان کے مشاہدے
جو واقعے زبانِ قلم سے ادا ہوئے

اردو کے ناز، ہند کے ناز، آگرے کے ناز
مرزا کی ذات پر جو ہوئے تو بجا ہوئے

سچ یہ ہے زندگی کا تو حق ان پہ رہ گیا
گو یہ بھی سچ ہے، موت کے حق سے ادا ہوئے

تاریخ کا بھی حق ہو دلِ زار سے ادا
یعنی عظیم داخلِ دارالبقا ہوئے
۱۰۲۰ + ۳۳۹+۱=۱۳۶۰ھ

تاریخِ وفاتِ فانی بدایونی

شوکت علی خان فانی بدایونی بی اے، ایل ایل بی، عصر حاضر کے نہایت بلند پایہ غزل گو شاعر تھے۔ ان کی تمام زندگی اس قدر ناکام و نامراد گذری کہ ان کے دل و دماغ اور شعر و غزل سب پر یاس و حرماں چھائے ہوئے تھے۔ اسی لیے شاعری میں امام یاسیات کہلاتے تھے۔ اسی ناکامی و نامرادی کے عالم میں، دیار غیر میں وطن سے دور، حیدر آباد میں وفات پائی۔ عجیب اتفاق ہے کہ فانی نے اپنی تاریخ وفات خود کہہ لی تھی اور قطعہ میں مرتب کر دی تھی۔ چنانچہ وہی صادق آئی۔ (مرزا غالب اسی حسرت میں مر گئے کہ اپنی کہی ہوئی تاریخ صادق آجائے۔ لیکن نہ آئی)۔ فانی کی کہی ہوئی تاریخ ان کے حزن و قنوط کا نتیجہ ہے، یعنی مادہ تاریخ ہے: "خدا نداشت" (۱۳۶۰ھ)۔ ایک مسلمان کا اپنی تاریخ کہنا عجیب تھا، لیکن شاعر ہر حال میں شاعر ہے۔ میں نے ان کے اس مادۂ تاریخ ہی کے سبب سے ان کی تاریخیں کہیں، ورنہ شاید کہتا بھی نہیں۔
(ستمبر ۱۹۴۱ء میں وفات پائی)

(۱)

گفتم از انچہ گفت چو ایں خاکداں گذاشت
یعنی کہ "بیدلے ست کہ گوید" "خدا نداشت"

۱۳۶۰ + ۵۸۱

۱۹۴۱ء

(۲)

در لحد رفت غریب الوطنے

۱۳۱۸ + ۴۲

۱۳۶۰ھ

(۳)

ماتم مرگِ سخندانی ہے ہے وہ فانیؔ نہ غزل خوانی ہے

۱۹۴۱ء

(۴)

یاد ایّامِ عشرت فانی اب فصاحت نہ وہ ہمہ دانی

۱۹۴۱ء

(۵)

یاد ایّام عالمِ فانی اب ہے ساماں نہ وہ سخندانی

۱۳۶۰ھ

(۶)

سوز برفت و ساز فنا شد مرگِ اوست نہ مرگش تنہا
زندہ بودند و ھم مُردند بافانی دو شاعرِ یکتا
صادق شد تاریخِ وفاتش
میر و غالب یکجا گویا

۱۳۶۰ھ

تاریخ وفات مُشرف بیگم اہلیہ حاجی سید اصغر علیشاہ صاحب

(بفرمائش جناب حکیم محمد حیات خان صاحب دہلوی)

رحلتِ محترمہ اہلیۂ اصغر شاہ
سب اعزّہ کو نہ کیوں خون کے آنسو رُلوائے

نیک دل' پاک طبیعت تھی' مُشرف بیگم
اس کے مرقد کو بھی اللہ منوّر فرمائے

یہی ہو جائے گی تاریخِ وفات اے حامدؔ
قصرِ فردوس میں داخل جو مُشرف ہو جائے

۷۴۰ + ۶۲۰

۱۳۶۰ھ

تاریخِ اتفاقِ عجیب

میں اکثر جمعرات کو صبح ٹہلتا ہوا قبرستان پیر گیلانی پر فاتحہ پڑھنے جاتا ہوں اور ہمیشہ جاتے آتے سٹی اسٹیشن کی ریلوے لائن پر گذرتا ہوں۔ وہاں اکثر فالتو مال گاڑی کئی کئی دن کھڑی رہتی ہے اسٹیشن کے اس طرف آگرہ کے محلے آباد ہیں۔ ہزارہا مخلوق روزانہ دن رات انہی لائنوں پر سے اور مال گاڑی کے نیچے سے گذرتی ہے۔ لیکن ۲۰ رنومبر ۱۹۴۱ء کو مجھے یہ اتفاق پیش آیا:

لائن پہ کوئی گُڈس ٹرین آج کھڑی تھی
لیکن یہ کوئی بات نہ تھی طرفہ و نادر

ہوتی نہیں بند آمد و رفت اس کے سبب سے
نیچے کو نکل جاتے ہیں رہگیر و مسافر

جاتے میں گیا میں بھی اسی طرح نکل کر
لیکن عجب انسان کی بھی عقل ہے قاصر

آتے میں جو نیچے کو گھسا تو یہ نہ دیکھا
انجن کو چلانے کے لیے جوڑ دیا پھر

نکلا تھا ابھی سر ہی کہ چلنے لگی گاڑی
تھا خاتمہ بالخیر بس اک آن میں ظاہر

لیکن مرے اللہ نے بھی خوب بچایا
تاریخ کہی میں نے، "خدا حافظ و ناصر"

۱۹۴۱ء

تاریخ ولادت فرزند فضل احمد صاحب

بفرمائش حکیم محمد حیات خان صاحب دہلوی

بلطف کردگار و فضل احمد، بڑھے عمر اور بڑھے عزّ و شرف روز
یہ ہے فرزند کا سال ولادت شعاع آفتاب عالم افروز

۱۳۶۰ھ

تاریخ ولادت دختر و فرزند مسٹر حفظ القدیر بی اے اکبر آبادی

حفظ القدیر میرے قدیم شاگرد ہیں۔ ۹ر دسمبر ۱۹۴۱ء مطابق ۱۳۶۰ھ کو انھوں نے فرمایش کی کہ اسی ہفتے میں ان کے ہاں لڑکا ہوا ہے۔ اس کا تاریخی نام چاہیے اور دو سال ہوئے ۱۳۵۸ھ میں لڑکی ہوئی تھی۔ اس کا نام بھی تاریخی نام کی جستجو میں اب تک نہیں رکھا گیا۔ معلوم ہوا ان کو اور ان کے خاندان کو بھی تاریخی نام رکھنے کا ہمیشہ سے خبط ہے اور یہ شوق ان کے والد بزرگوار سے وراثتہً پہنچا ہے۔ چنانچہ ان کا نام (حفظ القدیر) اور ان کے چھوٹے بھائی کا نام (ظفر المعید) اور ان کی بیوی کا نام (اختر اقبال) سب تاریخی ہیں۔ یہ چاہتے تھے کہ لڑکے کے نام میں ان کے نام کے دو لفظوں (حفظ اور قدیر) میں سے ایک آجائے اور لڑکی کے نام میں اس کی ماں کے نام کا کوئی جزو شامل ہو جائے۔ تیسرے روز یہ پھر مکان پر آئے تو میں نے کہا کہ لڑکے کا نام حفظ النّاصر (۱۳۶۰ھ) نکلا ہے یہ سنکر انہوں نے جیب سے پرچہ نکال کر دکھایا کہ چھوٹے بھائی ظفر المعید نے بھی یہی نام نکالا ہے۔ میں نے کہا خوب توارد ہوا۔ مبارک ہو۔ لڑکی کا نام مجھ سے نہ نکلا تھا۔ یہ تاریخ ان کو دیدی:

ولادت کا جو اس کی سال کہیے "فرح بخش دل اقبال" کہیے

۱۳۵۸ھ

تاریخ نکاح وقار زاہد خاں بی اے

وقار زاہد خان نے اسی سال ہمارے کالج سے اردو لیکر بی اے کیا ہے۔ انہوں نے فرمایش کی کہ ان کی شادی میں نکاح کے بعد بڑے لفافوں میں رکھ کر مٹھائی تقسیم ہوگی۔ لفافے پر چھپوانے کے تاریخ کی یا کسی شعر کی ضرورت ہے میں نے ۲۱ر دسمبر ۱۹۴۱ء کو یہ تاریخیں اور شعر مرتب کردیئے:

نذر بہجت

۱۳۶۰ھ

شادی کتخدائی

۱۳۶۰ھ

یہ نذر کیا ہے کہ اہلِ نظر قبول کریں
مرا وقار بڑھے آپ اگر قبول کریں

تاریخ فی البدیہہ

۲۶ر دسمبر ۱۹۴۱ء کو میں نوشہ میاں کے مکان پر گیا تو وہاں محمد یوسف صاحب مختار سنبھلی اور احمد حبیب منا بھی تھے۔ نوشہ میاں کا ایک نیا اور نئی وضع کا جوتہ منا کو پسند آیا تھا۔ نوشہ میاں نے وہ ان کو دیا۔ انہوں نے اصرار وانکار کے بعد قبول کرلیا۔ مجھے فوراً تاریخ سوجھ گئی اور یہ قطعہ موزوں کرکے دیا۔

آپ نے کرلیا قبول اسے ورنہ تحفہ یہ کیا ہے اور کیا نذر
آپ سمجھیں اگر نہ گستاخی تو یہ تاریخ ہے کہ جوتا نذر

۱۳۶۰ھ

تاریخِ معزولیِ شاہِ ایران

نومبر ۱۹۴۱ء میں رضا شاہ پہلوی کو تختِ ایران سے اتار کر ان کے لڑکے کو بٹھادیا گیا ۱۰ر جنوری ۱۹۴۲ء کو کسی اخبار میں یہ واقعہ دیکھ کر ذہن منتقل ہو گیا اور یہ تاریخ نکل آئی۔

تاریخ عزلِ شاہ، ''رضا شاہ پہلوی''

۱۳۶۰ھ

تاریخِ تعمیرِ مسجد

اسلامیہ کالج پشاور کے پروفیسر محمد شفیع صاحب سیاحت تاریخی کی غرض سے کالج کے بہت سے طلبہ کو لے کر آگرے آئے اور نوشہ میاں کے گھر قیام فرمایا۔ ان کی فرمائش سے یہ تاریخ مرتب کی گئی:

رَحۡمَتُ رَبِّكَ خَيۡرٌ مِّمَّا يَجۡمَعُوۡنَ

۱۹۴۰ء (زخرف۔ پارہ ۲۵)

نیک دل سردار عالم نیک نام ہیں جوابِ خلد آشیاں جنت مقام
ابنِ مولانا امیر احمد تھے وہ علم میں تھا جن کا جاری فیض عام
خواہش سردار عالم تھی یہی ان سے کچھ انجام پائے نیک کام
چاہتے تھے وہ کہ ان کے مال سے ہو بنائے مسجدِ ربِّ انام
ان کی بیگم آمنہ سردار نے کر کے سب حسبِ وصیت اہتمام
یہ بنائی مسجد تقوےٰ اساس حق تعالےٰ دے انھیں اجر دوام
سال تعمیر عبادت گاہِ رب کہدو۔ مسجد ثانیِ بیت الحرام

۱۳۶۰ھ

تاریخی سرورق ڈائری قادری ۱۹۴۲ء مطابق ۶۱۔۱۳۶۰ھ

بِسْمِ اللّٰہِ الْکَافِی الْعَظِیْم

۱۳۶۱ھ

صورتگری سرنوشت

۱۹۴۲ء

یا

نوشتۂ قسمت و عکس قضا و قدر

۱۳۶۱ھ ۱۳۶۱ھ

یعنی

روزنامۂ اخلاص

۱۳۶۱ھ

بندۂ بے مایہ حامد حسن قادری نقشبندی جماعتی بچھرایونی

۱۹۴۲ء

تاریخ تعمیر مکان ماسٹر غلام رسول سیالکوٹی

حسب ارشاد مولٰنا الحاج حافظ سید محمد حسین شاہ صاحب علی پوری
دامت برکاتہم صاحبزادۂ اکبر اعلیٰ حضرت امیر ملت روحی فداہم

منزلِ ماسٹر غلام رسول، روشن و دلکشا و جاں پرور
ان پہ ہے فیضِ قبلۂ عالم ان پہ ہے فضل و رحمت داور
ہو مبارک بنائے کاشانہ ہو سرور دل و فروغِ نظر

خوشنما ہیں "مناظر مسکن" ۱۹۴۲ء اور "کاخِ مفاخرت" ۱۳۶۱ھ ہے یہ گھر

عیسوی سَن، "فروغ خانہ" ۱۹۴۲ء ہے سالِ ہجری بھی ہے، "صفا منظر" ۱۳۶۱ھ

کہدو "کاشانہ جاے عشرت" ۱۳۶۱ھ ہے سالِ تعمیرِ منزلِ خوشتر

تاریخ کامیابی عزیزہ آسیہ خاتون سلمہا و عزیزہ رافعہ خاتون

عرف بے بی سلمہا اللہ تعالےٰ

(بناتِ برادر عزیز مولوی عابد حسن صاحب فریدی ایم اے)

در امتحانِ ادیب جامعہ اُردو آگرہ

برادر عزیز مولوی محمد طاہر صاحب فاروقی ایم اے پروفیسر آگرہ کالج کی اختراع بدیع ہے کہ انہوں تین سال ہوے آگرہ میں ایک اردو یونیورسٹی قائم کی ہے جس کا نام جامعہ اردو ہے۔ اس میں ہر سال نومبر کے مہینے میں تین امتحان (ادیب۔ ادیب ماہر۔ ادیب کامل) ہوتے ہیں۔ نہایت باقاعدہ رجسٹرڈ جماعت ہے۔ یو پی۔ سی پی۔ سی آئی وغیرہ صوبوں کے ممتاز مقام پر امتحان کے مرکز قائم ہیں۔ ہر سال صدہا طالب علم شریک و کامیاب ہوتے ہیں۔ اور سندیں پاتے ہیں۔ ہر امتحان میں اول نمبر پاس ہونے والوں کو تمغے دیے جاتے ہیں۔

نومبر ۱۹۴۱ء کے امتحان ادیب میں میری بھتیجیاں آسیہ اور بے بی بھی شریک ہوئیں۔ ۲۳ر جنوری ۱۹۴۲ء کو نتیجہ شائع ہوا۔ بڑی لڑکی آسیہ فرسٹ ڈویزن میں یونیورسٹی میں اول نمبر آئی اور تمغے

کی مستحق ہوئی۔ چھوٹی بے بی دوسرے درجہ میں پاس ہوئی۔ ان لڑکیوں نے اپنے باپ بھائی سے پڑھ کر امتحان کی تیاری کی تھی۔ پہلے کہیں نہ کسی اسکول میں تعلیم پائی نہ گھر پر کوئی باقاعدہ تعلیم کا سلسلہ رہا۔ اپنے شوق سے خود ہی ہمیشہ کچھ نہ کچھ پڑھتی رہیں اور اب بھی پڑھا۔

جس زمانے میں نتیجہ معلوم ہوا، آسیہ سیوہارہ میں تھی۔ اس نے اپنی بہن بے بی کو چار شعر کا قطعہ مبارکباد کا لکھ کر بھیجا۔ آسیہ کو خود بخود ہی شاعری سے بڑی مناسبت ہے۔ طبیعت نہایت موزوں ہے پہلے بھی اس نے کبھی نظم لکھی ہے اور مجھے دکھائی ہے۔ یہ چھوٹی نظم بھی خوب لکھی تھی۔ یعنی

قطعہ

تم سے تھی امید یہ کب رافعہ امتحان میں پاس آخر ہوگئیں
دوسرے نمبر رہیں جب رافعہ کہنے سننے والے حیراں رہ گئے
فرسٹ آؤ۔ بات ہے تب رافعہ امتحاں ماہر کا اگلے سال دو
لو مبارک باد دیتی ہے نشاط
ہے مسرت کی گھڑی اب رافعہ

امتحان کا نتیجہ سن کر ان لڑکیوں کے بڑے بھائی عزیزی زاہد حسن فریدی سلمہ نے مجھ سے فرمائش کی کہ آسیہ کے پاس ہونے کی تاریخ اسی مضمون کی ہو جائے کہ میاں بی بی دونوں تمغادار ہوگئے۔ یعنی آسیہ کے دولھا ساجد حسن قادری ایم اے' بی اے کے امتحان میں فارسی کے مضمون میں آگرہ یونیورسٹی میں اول آئے تھے اور یونیورسٹی کی طرف سے گولڈ میڈل ملا تھا۔ اب بیوی کو ادیب کا تمغا ملے گا۔ چنانچہ میں نے یہ تاریخ لکھدی:

بی اے میں آئے میاں اوّل۔ بیوی ادیب میں پلٹے پار
ہے تاریخ "میاں بیوی ہوگئے دونوں تمغادار"

۱۹۴۲ء

بے بی کے پاس ہونے کی تاریخ بھی کہی۔ مادّہ تاریخ بھی بہت برجستہ و بیساختہ نکلا اور قطعہ بھی دلچسپ بن گیا۔ لکھنو سے ادیب ماہر کے امتحان کے لیے ایک بی بی فاضلہ بیگم آئی تھیں۔ بالکل بے پردہ تھیں۔ ہمارے گھروں میں بھی آکر مردوں عورتوں سے ملیں۔ ان کو علم و ادب اور تعلیم سے کوئی مناسبت مطلق نہ تھی۔ نہایت کم سمجھ اور کم استعداد تھیں۔ لیکن پاس ہو گئیں۔ ان کا تذکرہ بھی قطعہ میں ہے۔

امتحانِ ادیب پاس کیا ہے ادب میں وہ کاملہ بے بی
دوسرا درجہ پہلی بار لیا؟ کیوں نہ کہلائے عاقلہ بے بی
بڑی اوّل ہے اور دوم چھوٹی قدرتی تھا یہ سلسلہ بے بی
نہیں جاتی ہے رائگاں محنت تو نے بھی پالیا صلہ بے بی
نام کی فاضلہ لکھی نہ پڑھی تھی اک ایسی بھی جاہلہ بے بی
ہوگئی وہ بھی کر کے جوں توں پاس نہ رہا اسکو بھی گلہ بے بی
تو نے محنت سے پاس ہو کے کیا حق و باطل کا فیصلہ بے بی
تجھ پہ اور تیرے خانداں پہ رہیں حق کے الطاف شاملہ بے بی
تیری تاریخِ کامیابی ہے "فاضلہ سی ہے فاضلہ بے بی"

۱۹۴۱ء

(آسیہ نے اپنی وہ تاریخ ناپسند کی اور دوسری کی فرمائش کی۔ اس کے لیے یہ لکھی گئی)

تاریک فضائے علم اِس مُلک میں تھی
تھے چھائے ہوئے جہل کے بادل سب میں

تقلید کریں گی تری بہنیں تیری
کردے گی اُجالا یہی مشعل سب میں

تُو جیسے رہی ادیب میں آج اوّل
اوّل رہے ماہر میں یونہی کل سب میں

پایا ہے جو تو نے امتحاں میں تمغا،
اب فضل ترا ہے قولِ فیصل سب میں

لڑکی نے جو امتحاں کی بازی جیتی
حیران ہیں سب پڑی ہے، ہلچل سب میں

گھر رہ کے جو تو نے باپ بھائی سے پڑھا
خُوبی ہوئی پردے کی مُدلّل سب میں

دین اور دنیا سبھی سنور جاتے ہیں
ہو جاتی ہے جب علم کی صیقل سب میں

جتنے بھی ہیں علم۔ سب میں تو کامل ہو
جتنی بھی ہیں نیکیاں۔ مکمل سب میں

تاریخ یہ تیری کامیابی کی ہوئی
بی آسیہ سب میں اوّل۔ افضل سب میں

۱۳۶۰ھ

تاریخ انعام یافتن عزیزی خالد حسن قادری سلّمہٗ

در مقابلہ تقریر و غزل گوئی

نومبر ۱۹۴۱ء میں آگرہ کالج کی طرف سے حسب معمول آل انڈیا آل نبی ٹرافی ڈبیٹ کا سالانہ مقابلہ اردو تقریر کا ہوا۔ اس میں خالد کا اوّل نمبر رہا۔ ٹرافی جیتی اور کپ ملا۔ پھر دسمبر ۱۹۴۱ء میں حلیم انٹر کالج کانپور میں فی البدیہہ غزل گوئی کے مقابلے میں خالد کانپور جا کر شریک ہوا اور دوسرے نمبر کا انعام پایا۔ خالد کا یہ پہلا مقابلہ تھا۔ (اس وقت یاد آیا کہ یہ دسمبر کا مقابلہ اس وقت ملتوی ہو کر جنوری ۱۹۴۲ء میں ہوا تھا۔)

لیئے تمغے۔ کپ کانپور۔ آگرے میں بجا ہے۔ اگر اس پہ ہے نازِ خالد
ادھر ذوقِ خود ساز بھی کارگر تھا اُدھر تھا جو ذہنِ خدا ساز خالد
غزل اور تقریر میں نام پایا، ہے تاریخ۔ "طغرائے اعزازِ خالد"

۱۹۴۱ء

تاریخ انعام غزل یافتن عزیزی مغیث الدین فریدی فتحپوری سلّمہٗ

کانپور میں فی البدیہہ غزل گوئی کے مقابلے میں خالد کے ساتھ مغیث بھی تھے۔
ان کو اول نمبر کا انعام ملا۔

نمبرِ اوّل غزل گوئی کی تاریخیں ہوئیں
"بادۂ عیش مغیث" و "مصدرِ ناز مغیث"
۱۹۴۲ء ۱۹۴۲ء
ہے۔ "نویدِ کامرانی مغیث" اک سال اور
۱۹۴۲ء
قابلِ فخر و مسرّت ہے یہ اعزازِ مغیث

تاریخِ تعمیرِ دیوار

۲؍ فروری ۱۹۴۲ء کو مکرمی عبدالحی صاحب فرحت فرزند خان بہادر ڈپٹی عبدالغفار صاحب مرحوم نے فرمایش کی کہ ان کے مکان شکستہ کی دیوار اُن کے بھتیجے اقبال سب انسپکٹر پولیس بنوانے والے ہیں۔ اس کی تاریخ کہہ دیجئے۔ اسی شب میں یہ تاریخ اور قطعہ مرتب ہو گیا۔

حُسن کا جال سایۂ دیوار — حُور کے بال سایۂ دیوار
آ کے فرحت محل میں چلتا ہے — ناز کی چال سایۂ دیوار
فرش گویا ہے سنگِ موسیٰ کا — وہ بھی پامال سایۂ دیوار
مثلِ رنگِ غلافِ کعبہ ہے — اے خوشا حال سایۂ دیوار
چلنے والے، ادب سے چل بچ کر — ہو نہ پامال سایۂ دیوار
ہے تواضع میں اپنے مالک کی — صورت حال سایۂ دیوار
مثلِ لیلائے قیس رکھتا ہے — سب خط و خال سایۂ دیوار
کبھی بڑھتا ہے کس نزاکت سے — زلف تمثال سایۂ دیوار
گھٹ کے کرتا ہے پھر کبھی پیدا — صورتِ خال سایۂ دیوار

ہو گیا آج رات بھر کے لیے جی کا جنجال سایۂ دیوار
تھی یہ تعمیل حکم عبدالحی ورنہ کیا مال سایۂ دیوار
بن گیا میری موشگافی سے بال کی کھال سایۂ دیوار
فیضِ اقبال سے بنی دیوار اس پہ ہے دال سایۂ دیوار
کتنا موزوں ہے مصرعِ تاریخ
ظلِ اقبال سایۂ دیوار
۱۳۶۱ھ

تاریخ

انتقالِ ستودہ آئیں مولوی روشن دین صاحب

۱۹۴۱ء

حسب فرمایش منشی سعید احمد صاحب مارہروری' مینجر' شعیب محمدیہ ہائی اسکول و مدرسہ محمدیہ' آگرہ

پردہ فرما کے جہاں سے وہ گئے خلد بریں
تھے جو روشن دل و روشن گر مرآت یقیں

لکھدیا "خامہ تقدیر" نے بھی سالِ وفات
۱۳۶۰ھ

"قصر فردوس" میں داخل جو ہوئے "روشن دین"
۷۴۰ + ۶۲۰
۱۳۶۰ھ

تاریخ وفات جمعدار مصطفےٰ خان صاحب

بفرمائش یار طریقت رحمت خان صاحب نقشبندی جماعتی

(۲۷ / مارچ ۱۹۴۲ء)

آگرہ میں تھے جناب مصطفےٰ خاں جمعدار
نیک سیرت، نیک طینت، نیک باطن، نیک نام

کہہ کے وہ لبیک، ہم کو چھوڑ کر راہی ہوئے
حق کی جانب سے اجل کے ہاتھ جب آیا پیام

سال رحلت ہے کہ جب حکمِ الٰہی مل گیا
۱۱۴ +

ہو گئے تب "مصطفےٰ خاں" داخلِ "دارالسلام"
۸۸۰ + ۳۶۷

۱۳۶۱ھ

تاریخ وفاتِ قاضی ظہور الحق صاحب جلال آبادی

قاضی مبارک علی کے ماموں تھے۔ مفتی اقتدار حسین بی ایس سی کرتپوری کی فرمائش سے لکھی گئی۔

رحلتِ قاضی ظہور الحق سے ہے چشم گریاں، روح مضطر، دل دو نیم
شاد و خرّم باد روحِ پاکِ اُو درجوارِ رحمتِ ربِ کریم
قُلْتُ تَارِیخاً بِاَمْرِ الاِقْتِدَار اَدْخَلَهُ اللّٰهُ جَنَّاتِ النَّعِیم

۱۳۶۱ھ

(۱۶ / جون ۱۹۴۲ء)

؎ اس لفظ کو بغیر الف کے جنّت لکھ کر ۱۳۶۰ھ کی تاریخ پہلے نکالی گئی ہے۔

تاریخِ وفاتِ عزیز الرحمٰن خاں ایم اے (علیگ)

فرزند حبیب الرحمٰن خان صاحب ایم اے، پرنسپل ٹریننگ کالج، اجمیر شریف

حبیب الرحمٰن خاں میرے بہت قدیم شاگرد ہیں اسلامیہ اسکول اٹاوہ کے زمانہ (۱۹۱۳ء) کے۔ اگرچہ جب سے پھر کبھی دیکھنے ملنے کا موقع نہیں ہوا۔ لیکن وہ اس اخلاق کے آدمی ہیں کہ میں ان کو اب تک یاد ہوں اگرچہ وہ مجھے مشکل سے یاد ہیں۔ میں نے اس عرصے میں کبھی کبھی لوگوں کی سفارش کے لیے ان کو خط لکھے اور انہوں نے ہمیشہ ان کی تعمیل کی۔ ان کا یہ بڑا لڑکا نہایت قابل اور بہت سعید تھا۔ مسلم یونیورسٹی یونین کا پریزیڈنٹ بھی رہ چکا تھا۔ دق کے موذی مرض نے جان لی۔ انا للہ۔

حبیب الرحمٰن خان صاحب نے محمد اختر حنفی صاحب علیگڈھی سے مجھے تاریخ وفات کے لیے لکھوایا اور یہ فرمایش کی کہ رنج و غم کا زیادہ اظہار نہ ہو بلکہ یہ مضمون ہو کہ لوگ قبر پر فاتحہ پڑھ لیں۔ میں نے اسی عربی تاریخ پر مصرع لگا کر بھیجدیے جو گذشتہ صفحہ پر درج ہے۔ اس زمانے میں تاریخوں کی فرمایشیں کثرت سے آئیں اور میں سفر علی پور و سیوہارہ و نگینہ و بچھراؤں کے سبب سے اور دیگر کاروبار و افکار کے باعث ہر فرمایش کی الگ تاریخ نہ کہہ سکا۔ اس لیے ان دو فرمایشوں کے علاوہ بھی مولوی حافظ سید حامد علی صاحب کے والد بزرگوار اور سر یعقوب کے بھانجے سید وقار احمد مراد آبادی وغیرہ کے انتقال کے لیے اسی تاریخ پر مختلف مصرع لگا دیے۔ یہ قطعہ سب سے طویل ہے اس لیے یہاں درج کرتا ہوں۔

صدمۂ جاں کاہ ہے داغِ عزیز — کیوں نہ ہو پھر روح مضطر دل دو نیم
رحمتیں ہوں اس کی روحِ پاک پر — قبر ہو پُرنُور اے ربِّ کریم
کیسا غنچہ کھلتے ہی مرجھا گیا — کیا جواں ہے کُنجِ تربت میں مقیم
فاتحہ پڑھ لیں جو گذریں اس طرف — دے خدا ان سب کو بھی اجر عظیم
قادری نے یہ لکھا سالِ وفات — اَدْخَلَهُ اللّٰهُ جَنّٰتِ النَّعِيم

۱۳۶۱ھ

"تواریخِ وصالِ ابدی"

۱۳۶۱ھ

برائے

مرقد پاک مولنا الحاج پیر حیات محمد صاحب

۱۳۶۱ھ

طَابَ ثَرَاهُ وَاَنَارَ اللّٰهُ بُرهَانَه دائما

۱۳۶۱ھ

يُلَقَّوْنَ فِيهَا تَحِيَّةً وَّسَلَامًا خٰلِدِيْنَ

۱۹۴۲ء (فرقان آخری آیت پارہ ۱۹)

برفتی اے حیات اے خاصۂ خاصان اہل اللہ
جوارِ رحمتِ پروردگارت جاے تو بادا

بدنیا دستِ خود دادی بدستِ قبلۂ عالم
بعقبیٰ سایۂ دامان او ملجاے تو بادا

؎ تحیۃ میں دوسری ۃ کے بھی ۴۰۰ عدد لیے گئے ہیں۔

بدنیا نخل بندِ گلشنِ صدق و صفا بودی
بعقبےٰ جوُد و لطف حق چمن آرائے تو بادا

ہمیں سال وصالت' ہم دعاے مغفرت باشد
کہ می گویم، "نسیمِ خُلد جاں افزاے تو بادا"

۱۳۶۱ھ

"ہدیۂ نیاز حامد حسن قادری جماعتی پروفیسر کالج آگرہ"

۱۹۴۲ء

تاریخِ تعمیرِ چاہ

کل ۱۶/اگست ۱۹۴۲ء کو مغرب کے وقت میں اور خالد اور زاہد عالم گنج جارہے تھے کہ کشمیری بازار میں حاجی صدرالدین صاحب (گھٹیا اعظم خان والے اور درگاہ میر ابوالعلاءؒ والے) ملے اور فرمایش کی کسی صاحب یٰسین خان نے کنواں بنوایا ہے۔ اس پر تاریخ نصب کرنا چاہتے ہیں۔ یہ مضمون ہو کہ یہ کنواں خیر جاری اور فیض عام ہے تاکہ کوئی بعد کو قبضہ نہ کرلے۔ میں نے وعدہ کرلیا اور سبزی منڈی سے اِکے میں عالم گنج چلدیا۔ راستے میں خیال آگیا اور چوراہے پر اِکے سے اترنے سے بہت پہلے گویا چند منٹ ہی میں تاریخ مع قطعہ کے تیار ہو گئی اور اُتر کر زاہد و خالد کو سنادی:

کوئی فیض پہنچے جس انسان سے
وہ انسان ہے قابلِ قدر ہاں
یہ تاریخ ہے از روئے یادگار
کنواں خیرِ جاریِ یٰسین خاں

۱۹۴۲ء

تاریخِ تعمیرِ چاہِ دیگر

اگست ۱۹۴۲ء ہی میں ماسٹر اعجاز احمد صاحب نعمانی نے کان پور سے لکھا کہ اُن کے لڑکے اظہار احمد نے کنواں بنوایا ہے۔ اس کی تاریخ چاہیئے۔
ایک مادہ تو "اظہار احمد سلمہ اللہ" نکل آیا اور دوسرا "آثارِ نیکِ اظہار احمد"
۱۳۶۱ھ ۱۹۴۲ء

اور تیسرا

چاہ اظہار نے تعمیر کیا دے خُدا اُجر بھی اس کا بیحد
قادری نے یہ لکھی ہے تاریخ کہ: اُولوالعزمیِ اظہار احمد
۱۳۶۱ھ

تاریخِ وفات

عائشہ بیگم اہلیۂ مکرمۂ اکبر علی صدیقی
۱۳۶۱ھ

بنتِ طبیبِ یگانہ حکیم تصدُّق حسین
۱۳۶۱ھ

"اشکِ غم"
۱۳۶۱ھ

ہے غمِ جانکاہ، مرگِ عائشہ ہو جوارِ حق تعالےٰ میں مُقیم
قادری لکھدو یہ تاریخِ وفات اَدْخَلَھَا اللّٰہُ جَنّٰتِ النَّعِیْم
۱۳۶۱ھ

تاریخِ ولادت فرزندِ محمد داوٗد صاحب خلف حاجی محمد اسحاق صاحب امرتسری

آج گھر روشن ہوا داوٗد کا — یہ مبارک دن۔ یہ مہ۔ یہ سال ہو
چاند سا بیٹا دیا اللہ نے — نیک دل ہو اور نیکو فال ہو
شاد ہیں اسحاق و داوٗد و جمیل — کیوں نہ دل عشرت سے مالا مال ہو
قبلۂ عالم کے سایہ میں رہے — خوش نصیب و خوشدل و خوشحال ہو
نور اس اختر کا روز افزوں رہے — مہر سیما اور مہ تمثال ہو
یہ ہلالِ عید چمکے مثلِ بدر — بارور یہ نرم و نازک ڈال ہو
نام پر اوصاف بھی محمود ہوں — دہر میں یہ صاحب اجلال ہو
قادری سالِ ولادت ہے یہی
کر دُعا۔ "یہ اختر اقبال ہو"

۱۳۶۱ھ

(۲۵/اکتوبر ۱۹۴۲ء کو لکھ کر بھیجی گئی)

تاریخ وفات

زبدۃ الصالحین نواب عاشق حسین خاں

۱۹۴۲ء

رئیس باشندۂ سنبھل ضلع مراد آباد

۱۹۴۲ء

محترم نواب ذیشان حاجیِ عاشق حسین
پردہ فرما کر جہاں سے خلد میں ہیں جاگزیں
سولھویں (۱۶) شوال سہ شنبہ کے دن وقتِ سحر
جانِ شیریں کی سپردِ ایزد جاں آفریں

قادری۔ تُربت پہ اُن کی ثبت کرنے کے لیے
پیش کر تاریخ۔ فِیۡ جَنّٰتِ عَدۡنٍ خٰلِدِیۡنَ
۱۳۶۱ھ

(۳۱/اکتوبر ۱۹۴۲ء)

تواریخِ اشاعت "جُوبلی نمبر" رسالہ "دُرِ مقصود" امروہہ

امروہہ میں برادر محترم مولوی حاجی محمود علی صاحب قبلہ رئیس بچھراؤں ضلع مراد آباد کے بہت قدیم دوست حاجی سید رئیس الدین صاحب رضوی ہیں۔ ان کے زیر اہتمام امروہہ کے ایک بزرگ حضرت بدر چشتی شاہ ابن رحمتہ اللہ علیہ (متوفی ۹۸۷ھ) کا عرس ماہ ذی الحجہ میں ہوتا ہے۔ اور رئیس الدین صاحب کے صاحبزادہ سید انیس الدین صاحب رضوی ایم اے ایل ایل بی (علیگ) وکیل مراد آباد ہر سال عرس کے موقع پر ایک رسالہ دُرِ مقصود کے نام سے شائع کرتے ہیں۔ اس سال رئیس الدین صاحب نے عزیزی راشد علی سلمہ اللہ تعالےٰ سے فرمائش کی کہ اس رسالہ کے لیے مجھ سے تاریخ لکھوائی جائے۔ راشد علی نے مجھے لکھا۔ اتفاق سے بوا بیں ڈاک متعدد تاریخیں لکھ کر انیس الدین صاحب کو روانہ کر دیں۔ چنانچہ رسالہ میں شائع ہو گئیں۔

نشاطِ روح جوبلی نمبر دُرِ مقصود
۱۳۶۱ھ

(۱)

عیاں شد زہر نظمِ انوارِ بدر ۔ نمایاں زہر معنی شان کرم
پے سالِ طبع دہم اعلانِ فیض ۔ بگو دُرِ مقصود خوانِ کرم
۱۳۶۱ھ

(۲)

ہر آں کو طلبگارِ ایں نامہ گشت　　بہ جیبِ زیاں گوہرِ سود یافت
ز فیضِ شہِ بدر تاریخ شد　　حیاتِ ابد دُرِّ مقصود یافت

۱۳۶۱ھ

(۳)

چلتی کس شان سے ہے دیکھو　　بحرِ عرفاں میں دل کی کشتی
کہدی تاریخ قادری نے　　دُرِّ مقصود دُرِّ چشتی

۱۳۶۱ھ

(۴)

شہِ ابنِ بدرِ چشتی کی مدح　　ہر ایک صفحہ پر اس کے موجود ہے
اشاعت کی تاریخ اے قادری　　"ترانہ سرا دُرِّ مقصود" ہے

۱۳۶۱ھ

(۵)

ہے پاک دلوں کی مدح اس میں　　اک پاک صحیفہ ہے یہ لاریب
تاریخ ہے سال عیسوی کی　　دُرِّ مقصود ہاتفِ غیب

۱۹۴۲ھ

"درخشاں جوبلی نمبر دُرِ مقصود"

۱۹۴۲ء

تواریخ وفات خورشید عالم صاحب و محمدؐ کاظم صاحب

حسب فرمایش پروفیسر محمد شفیع صاحب اسلامیہ کالج پشاور

(۱)

"زندہ دل خورشید عالم" واں ہے "خورشیدِ ارم"
۱۳۶۱ھ ۱۳۶۱ھ

یاں ہے اس کے غم میں دل بے چین، روح اندوہگیں

قادریؔ، تربت پہ اس کی ثبت کرنے کے لیے
پیش کر تاریخ۔ فِیْ جَنّٰتِ عَدْنٍ خٰلِدِیْنَ
۱۳۶۱ھ

(۲)

یاں رنج سے آنکھوں میں ہے دُنیا تاریک وان ظلِ خدا میں ہے محمد کاظم
تاریخ وفات قادری نے یہ کہی اب دارِ بقا میں ہے محمد کاظم
۱۰۵۳ + ۳۰۸
۱۳۶۱ھ

(۳)

ناگاہ دلش از حرکت باز اِستاد بُودست چہ خوش جواں محمد کاظم
تاریخ پےِ لوح مزار مرحوم گفتیم کہ۔ در جناں محمد کاظم
۱۳۶۱ھ

بسمہٖ تبرکَ وتعلٰی عزوجلّ
۱۳۶۱ھ

تواریخ ارتحال پاکباطن
۱۹۴۲ء

حاجی حافظ نیک سیَر
۱۳۶۱ھ

پاک دل غلام مصطفیٰ مجدّدی جماعتی

۱۹۴۲ء

اَنَارَاللّٰهُ سَتَّارُالعُیُوبِ بُرْهَانَهٗ

۱۳۶۱ھ

(۱)

اَدْخَلَ اللّٰهُ غُلَامَ الْمُصْطَفٰے فِی الرَّحْمَةِ
اَکْرَمَهُ اللّٰهُ مَوْلَاهُ الرَّؤُفُ وَالرَّحِیْمُ

جَاءَ فِیْ اَرْضِ عَلِیْ پُور لِقَاءَ شَیْخِهٖ
مَاتَ عِنْدَالسَّیِّدِ الشَّیْخ الکَرِیْمِ ابنِ الکَرِیْمُ

قَالَ اَللّٰهُمَّ لَبَّیْكَ اِذَا جَاءَ الاَجَل
قُلْتُ تَارِیْخاً. وَذٰلِكَ هُوَالْفَوزُالْعَظِیْمُ

۱۹۴۲ء (مومن۔ رکوع ا۔ پارہ ۲۴)

(۲)

موت جب آئے تو آئے آستانِ شیخ پر
کر رہا تھا یہ دعا، یہ آرزو، یہ چاہ دل

زیست ایسی زیست ہے اور موت ایسی موت ہے
آرزو، یہ آرزو ہے اور یہ دل واللہ، دل

آخر آکر جان دی قدموں میں اپنے شیخ کے
آج صادق آگیا، رکھتا ہے دل سے راہ دل

کردیا بیشک. ادا، جو حق تھا عشقِ پیر کا،
پیش کردی جان، کر کے پہلے نذرِ شاہ دل

جان دیکر بھی اگر خاکِ علی پور آئے ہاتھ
لے نہ اس اکسیر کے بدلے متاع و جاہ دل

عشق کی یہ راہ ہے اور ہوتی ہے ایسے ہی طے
یاں کبھی جوکھوں میں ہے جان' اور خطر میں گاہ دل'

رونے والو، مرنے والے کا نصیبا دیکھنا
گو بجا ہے، جو اُٹھائے صدمۂ جانکاہ دل

قادریؔ، مرحوم کی تربت پہ لکھنے کے لیے
سالِ رحلت ہے۔ غلامِ مصطفٰے آگاہ دل

۱۳۶۱ھ

علی پور شریف سے حضرت قبلہ وکعبہ مولانا الحاج حافظ سید محمد حسین شاہ صاحب دامت برکاتہم نے مجھے تحریر فرمایا کہ غلام مصطفٰے صاحب کی ہمیشہ سے تمنا تھی اور برابر دعا کرتے تھے کہ علی پور میں موت آئے۔ اب کے آرزو دیرینہ پوری ہوئی۔ اعلیٰ حضرت قبلۂ عالم شہنشاہ علی پوری روحی فداہم کی قدم بوسی کے لیے آئے۔ دو روز رہے۔ ۶/ ذی الحجہ کو شب میں علیل ہوئے اور دو تین گھنٹے میں راہی جنت ہوئے۔ حضرت قبلہ عالم نے جنازہ پڑھا اور خود دفن کیا۔

ابجد				ہوز			حطی			کلمن				سعفص			
ا	ب	ج	د	ہ	و	ز	ح	ط	ی	ک	ل	م	ن	س	ع	ف	ص
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۲۰	۳۰	۴۰	۵۰	۶۰	۷۰	۸۰	۹۰

قرشت				ثخذ			ضظغ		
ق	ر	ش	ت	ث	خ	ذ	ض	ظ	غ
۱۰۰	۲۰۰	۳۰۰	۴۰۰	۵۰۰	۶۰۰	۷۰۰	۸۰۰	۹۰۰	۱۰۰۰

میزان التواریخ

۱۳۵۶ھ

مجموعِ ثانیِ تواریخ

۱۳۵۶ھ

حامد حسن قادری

BOOKS INTERNATIONAL
UK

بکس انٹرنیشنل
لندن